خالق و مخلوق کے بارے میں خدا پرستوں کی مادہ پرستوں سے گفتگو

محمد صادقی تہرانی

بنام خدائے رحمن و رحیم

مقدمہ ناشر

حمد مخصوص ہے عالمین کے پروردگار سے جو دلوں کے رازوں کا جاننے والا ہےیا وہ جس نے ہمارے اوپر نعمتوں کی بارش کی اور ہمیں نشر معارف قرآن کی توفیق عنایت فرمائی جو متقین کے لئے سر تا پا ہدایت ہے اور خدا شناسی کے دروازے ہمارے دلوں پر کھولے۔

کتاب حاضر ۱۳۳۷ ش میں علامہ عارف آیۃ اللہ العظمی ڈاکٹر محمد صادقی (قدس سرہ) کے توانا قلم سے جو صحیح معنوں میں علوم و معارف الہی اور کشف حقائق و دقائق قرآن کریم میں نوادر روزگار تھے، منصہ تحریر پر ظاہر ہوئی۔

آپ نے نظریات فلسفہ مادی کے مقابلہ میں یونیورسٹی کے طالب علموں کی ایک جماعت اور اساتذہ کو علمی حلقوں میں موجود شبہات کا نئی روش سے جلسہ بحث و گفتگو میں جواب دیا، مطالب کی جمع بندی کر کے یہ گراں قدر کتاب روشن ترین مفاہیم کے ہمراہ سلیس و رواں انداز میں تحیری فرمائی، تاکہ ہر شوقین قاری کو دریافت مطالب اور وجود خدائے یکتا کے اثبات کے لئے فلسفہ الہی اور منطق کلاسک سیکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

اب تک اس گرانقدر کتاب کے دس لاکھ سے زیادہ نسخہ شائع ہو چکے ہیں اور اب انتشارات شکرانہ ۵۱ ویں بار توحید اور قرآن کے علمی انقلاب کی دعوت کی غرض سے اس گراں قدر کتاب کو کتاب خانہ عالم اسلام کو تقدیم کرتا ہے۔

نشر معارف الہی ہمارے لئے رحمت واسعہ اور گراں مایہ افتخار ہے ۔ امید ہے کہ قاریان محترم اس سے بہرہ مند ہوں گےاور ہماری حقیقت جوئی کی راہ کو آگے بڑھانے میں رہنمائی فرمائیں گے۔

تقدیم

والد بزرگوار، والدہ ارجمند اور علوم اسلامی بالخصوص تفسیر قرآن میں گراں مایہ اساتذہ کی ارواح پاک کو۔

کتاب آفریدگار و آفریدہ پر حکیم الہی، عارف ربانی حضرت آیۃ اللہ العظمی آقائے شیخ محمد تقی آملی (رضوان اللہ علیہ) کی تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد حضرت یزدانی کے لئے سزاوار ہے کہ ہم کو خود پرستی سے خدا پرستی کی راہ پر لگایا اور خدا شناسی کا دروازہ ہمارے دل پر کھولا اور ہم کو اپنی معرفت میں نابینا قرار نہیں دیا۔

"الحمد للہ الذی عرفنا نفسہ و لم یجعلنا عمیان القلب" اور لا محدود درود و صلوات اس کے پسندیدہ و محمود رسول پر کہ ہم کو مذہب حنیف کی رہنمائی کی اور شرک سے نجات بخشی "الحمد للہ الذی ہدانا بالاسلام و جعلنا من امۃ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و لم یجعلنا من سائر الامم" اور اس کے پاک و پاکیزہ ذریت پر کہ "بہم عرف اللہ و بہم وحد و بہم عبد"۔

علماء بصیر اور واقف کار حضرات پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اہل معرفت نے مقام خدا شناسی میں مختلف زبانوں اور گوناگوں بیانات میں زبان اور قلم سے وافی بیانات اور شافی تقریرات سے لوگوں کے دلوں کو نور معرفت سے منورکیا لیکن پوری طاقت صرف کر کے بھی پیشوائے اہل تحقیق و تدقیق کے بلند مقامات تک نہیں پہونچ سکے اور بحکم "کم ترک الاول و الآخر" یہ سعادت جناب مستطاب، وحید عصر، فرید دہر آقائے میرزا محمد صادقی (لسان المحققین) ـدام عمرہ۔ کو نصیب ہوئی کہ اس کتاب مبارک کو تحریر کرنے میں کامیاب ہوئے۔

ناظر بصیر میں اس کتاب میں ہویدا ہے کہ کسی نے آپ سے پہلے اس طرز و اسلوب میں اس عظیم موضوع میں خامہ فرسائی نہیں کی ہے اور یہ سعادت معظم لہ کو نصیب ہوئی اور یہ موہبت آپ کو عطا ہوئی۔

"فللہ الحمد علی ما نالہ و اعطاہ و لہ الشکر علی وہبہ واہناہ عفی اللہ عن جرائمہ"۔ ۲۲ رجب ۱۳۸۲ ھ ق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مولف

اس کتاب حاضر میں خدا پرستوں کی مادہ پرستوں سے گفتگو کا بہت جالب اور سادہ نمونہ قاریان محترم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

اس گفتگو کا نتیجہ ان بہت سی گرہوں کا کھلنا ہے جو گونا گوں انکار میں ماورائے مادہ موجود (خدا) کے بارے میں وجود میں آیا ہے۔

اس گفتار میں باریک بینی اور مو شگافی سے دو نکات مد نظر رکھے گئے ہیں :

۱۔ "الہی" مادی جو بھی عقیدہ رکھتا ہے یا خیال کرتا ہے اس کی بنیاد پر ریسمان استدلال کو ہاتھ میں لے کر اس کے ہمگام با کملا پایداری اس کو ہدف سے نزدیک کرتا ہے۔

۲۔ باوجودیکہ یہ بنیادی روش وہ نمودار ہے کہ بہت زیادہ علمی دقائق اور نکات کو کام میں لایا جائے تاکہ کسی بھی مرتبہ میں کسی کے بھی اشکال و اعتراض کا جواب دیا سکے، لیکن گونا گوں علمی اصطلاحات اور استدلال کے پر پیچ و خم طریقوں سے چشم پوشی کی گئی ہے کہ ان کے دریافت کرنے کے لئے متعلق شعبوں کے مراتب کو طے کرنا ضروری ہے اور سادہ ترین الفاظ اور روشن ترین مفاہیم پر جہاں تک مولف کے امکان میں تھا، تکیہ کیا گیا ہے اور اس طرح سے بہت رواں، روشن اور آسان روش سے کام لیا گیا ہے کیوں کہ دریافت مطالب کے لئے الہی فلسفہ اور کلاسک منطق سیکھنے کی ضرورت ہے۔

یہ گفتگو کوی دانشگاہ تہران میں مختلف استعداد اور افکار رکھنے والے مادہ پرستوں سے انجام پائی اور تمام گونا گوں شبہات حاضرین کے افکار و نظریات کی سطح پر مورد بحث و تحقیق قرار پائےالبتہ مولف جہاں دیکھتے تھے کہ ان لوگوں کے اعتراضات کا دروازہ بند ہو رہا ہے اعتراضات کو قوت بہم پہونچانے میں ان کی مدد فرماتے تھے اور اس کے بعد خود ہی ان اعتراضات کو حل فرماتے تھے اور ان کا جواب دیتے تھے تاکہ کسی طرھ کا کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے۔

ضمناً مجلس گفتگو کی امانت کی حفاظت کے پیش نظر اس کتاب میں حاضرین کے لئے مستعار ناموں کا سہارا لیا گیا ہے ایسا نہیں ہے کہ جن کے نام لئے گئے ہیں وہی اصلی نام ہیں بلکہ سارے ہی نام فرضی ہیں ان کا اصل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

صفحات حاضر چاپ ہونے سے پہلے ان کی تین سو نسخوں پر مشتمل کاپی کی گئی ہے اور دانشگاہ اور ادارات وغیرہ میں منتشر ہوئے ہیں اور چونکہ قاریان کرام نے اس کے چاپ کے سلسلے بہت زیادہ اصرار کیا اور رجوع کرنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی اس کے طبع و نشر میں مبادرت کی گئی۔

اس گفتگو کے انتشار کی اہمیت اس قدر تھی کہ مادہ پرستوں کی وسیع تبلیغات بالخصوص عامۃ الناس اور حکومت مخالف جماعتوں کو چالیس کے عشرہ کے اواخر میں اور اس کے بعد نا قابل تلافی نقصان ہوا اور مولف کو ان کی جانب سے دھمکیوں اور ٹیلیفونی نا سزا گوئیوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن فضل و نصرت الہی ہمیشہ اس کتاب کی طبع جدید میں مؤید رہی مولف کا عقیدہ ہے کہ اس کتاب کے مطالب کا دریافت اور ادراک کرنا انٹر ے طالب علموں کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق بھی ہے اور وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کجا وہ افراد جن کی اطلاعات اور معلومات کا دائرہ وسیع ہے، البتہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اس سے قانع کنندہ فائدہ اتھا سکتا ہے۔

۱۳۷۹ ھ ش

محمد صادقی تہرانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ا فی اللہ شک فاطر السموات و الارض؟"

کیا خدا کی ذات میں جو آسمانوں اور زمین کا شگافتہ کرنے والا ہے کوئی شک ہے؟

کافی عرصہ اور طولانی مدت سے اس فکر میں تھا کہ کس طرح ممکن ہے کوئی خلاق کائنات کا منکر ہو یا اس کے وجود میں شک و تردید کا شکار ہو۔

واحد چیز جو خدا پرستی کے تفکر سے مقابلہ پیش کر سکتی ہے اور اس سے نبرد آزما ہو سکتی ہے مادیین کے ایک گروہ کی تشکیک ہے، ایسا نہیں ہے کہ اب تک وجود خدا کی نفی کا انہیں کوئی معمولی راستہ بھی ملا ہو ؛ بلکہ ان تمام کوشش اس بات پر منتہی ہوتی ہیں کہ خدا شناسی کی راہ کو کسی حد تک دشوار کریں اور رہروان حقیقت کی رفتار میں سستی کا باعث ہوں۔

ایسے تفکر کا نتیجہ درج ذیل سوال کا پیش خیمہ ثابت ہوا کہ: اگر جیسا کہ خدا پرستوں کی آخری آسمانی کتاب (قرآن) مدعی ہے وجود خدا کے بارے میں کوئی شک و تردید نہیں ہے تو کس طرح سے چند گروہ اس بارے میں شبہات اور ابہامات کا شکار ہو ئے، اور مادہ اور مادی طاقتوں کے علاوہ کسی دوسرے موجد مادہ موجود (خدا) کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے ہیں؟

اس سوال کا جو جواب سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہےکہ :

آسمانی کتابوں منجملہ قرآن نے عقل و تشخیص و وجدان کو خالق کائنات کے وجود تک پہونچنے کا عہدہ دار جانا ہے اور بیان کیا ہے کہ وجود خدا کے بارے میں کوئی شک و تردید نہیں ہے، یہ بیان نہیں کیا اور آسمانی کتابیں اس بات کی قائل نہیں ہیں کہ کسی کو اس بارے میں کوئی شک و تردید نہیں ہے۔

روشن ہے کہ ایک طرز فکر کو باطل کرنا اس کے نہ ہونے کے علاوہ ہے دنیا میں غلط تفکرات اور نظریات بکثرت ہیں اور در عین حال کہ موجود ہیں۔ بے جا اور بے مورد ہیں اور اگر کوئی راہ کو جس طرح طے کرنا چاہئے طے کرے بے چوں و چرا مقصد تک پہونچ جائے گا۔

آیت "ا فی الله شک فاطر السموات و الارض"(ابراہیم:۱۰) کی دوسری تفسیر جو کی جا سکتی ہے یہ ہے : کیا اس بات میں کہ ہر مخلوق کے لئے ایک خالق ضروری ہے کوئی شک ہے؟ ! کون خرد مند یہاں تک کہ کون بے خرد یقین کر سکتا ہے کہ اثر موثر کے بغیر اور نشان صاحب نشان اور موجد کے بغیر ہو ؛ ہر چند مادیین کی آنکھیں اور ان کے دل آثار و خواص مادہ سے انس دائمی کی وجہ سے تاریک ہیں اور ماورائے مادہ ایک خالق کے ایمان سے محروم ہیں – جبکہ اس میں کوئی تردید کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس کے وجود میں تردید و شک روا رکھتے ہیں۔

جیسا کہ عرض ہوا کیا خورشید عالم تاب کے وجود میں کوئی شک ہے؟ یہاں تک کہ اگر خورشید بادلوں میں پوشیدہ ہو جائے لیکن اس کی تابانی اور اس کا نور اس کے وجود پر بہترین اور روشن ترین گواہ ہے۔

یہ بات نابیناؤں اور سفسطہ جو افراد یا ان لوگوں کے تفکر و نظریہ کے منافی نہیں ہےجنہوں نے خود کو نور خورشیدہ سے محجوب و پوشیدہ کر رکھا ہے اور گوشہ تاریکی میں چلے گئے ہیں۔

بہت دل چاہتا تھا کہ اس طرح کے تفکرات اور نظریات کا چند لحظہ دمساز و ہمنشین رہوں اور ان تمام گروہوں سے جن کے اذہان کو ایسے تفکرات نے مفلوج بنا دیا ہے ان کی فکر و زبان سے آگاہی حاصل کروں خوبی تقدیر سے اپنی دیرینہ خواہش اور ہدف کے مطابق آگاہی ملی، کہ مادیین کا ایک گروہ اور اتفاقاً "جھوٹے خدا پرست" جو اپنی معنوی قوت و طاقت سے حریفوں کے مقابلہ ہاتھ دھو بیٹھے اور متزلزل ہو چکے ہیں "ضد خدائی" تفکرات و نظریات کو جلوہ دینے اور ظاہر آشکار کرنے کے لئے پئے در پئے جلسے منعقد کر رہے ہیں اور بعض سادہ لوح افراد بھی رفتہ رفتہ وہاں جا چکے ہیں یا جا رہے ہیں اور گروہ گروہ اپنے خدا پرستی کے معمولی سرمایہ سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔

نغمہ "ہل من مبارز" اور یہ کہ "کون آج کی علمی زبان میں ہماری باتوں کے سامنے ٹک سکتا ہے۔۔۔" ہمارے کانوں میں جستہ جستہ پہونچ رہا ہے بالآخر مقدمات فراہم کر کے اس مجلس میں شریک ہوا، ایک عالم دین کا عمامہ و عبا و قبا میں ایک جلسہ میں جانا جہاں سارے حاضرین جلسہ، مختلف وجوہات (منجملہ مادہ

پرستوں کی تبلیغات) سے نوع روحانیت (علماء) کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے ہوں کیا صورت ہوگی۔

پہلا سوال

ٹھوڑے سے تعارف، ٹھوڑی سی تمسخر آمیز ہنسی اور سر گوشیوں کے بعد (در عین حال کہ مولف سے پنہاں رکھی گئی تھی) ان کے درمیان سے (داریوش نامی) ایک نوجوان نے دریافت کیا "خدا کو کس نے پیدا کیا ؟"! حضرات محترم! ممکن ہے فرمائیں، خدا۔ جو خدا پرستوں کے گمان میں کائنات کا خالق ہے ۔ خود کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور کیا ہے؟

کائنات کا خالق وہ ہے، لیکن خود وہ کہاں سے آیا ہے؟ کیاں کہ علم نے ثابت کیا ہے کہ موجود کا ایک موجد اوور ہر چیز کا ایک خالق ہے "۔

الہی: جواب میں، جناب عالی کو خود ان کی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں ، آقائے محترم! خدا مخلوق نہیں ہے کہ اس کو موجد اور خالق کی ضرورت ہو، خدا ایک ازلی موجود ہے جس کے لئے کوئی آغاز نہیں ہے اور انتہا بھی نہیں ہے خود آپ کے قول کے مطابق علم نے تنہا موجودات عالم کو موجد اور خالق کا محتاج جانا ہے، نہ یہ کہ ہر موجود کو ہر چند مخلوق نہ ہو موجد اور خالق کا محتاج جانا ہے۔ اور پھر یہ سوال کہ "خدا کو کس نے پیدا کیا ہے"؟

اس سوال کا صرف خدا پرستوں کو ہی سامنا نہیں ہے بلکہ اس سوال کی بازگشت ایک دوسری طرح خود مادہ پرستوں کی طرف بھی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ، مادہ اولیہ عالم جس نے ان کے گمان کے مطابق کائنات کے گونا گوں کاے چہروں کا خالق ہے ، کہاں سے آیا ہے اس کا خالق کون ہے؟

داریوش: آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سراسر عالم میں گونا گوں موجودات (مخلوقات) کے علاوہ بھی ایک چیز موجود ہے جو بے آغاز ہے؟ یہ بات سمجھ سے باہر ہے! یقین نہیں ہوتا کہ کوئی موجود بے آغاز ہو!

الہی: جہان ہستی دو حال سے باہر نہیں ہے: یا خود جہان بے آغاز اور ازلی ہے یا ماورائے جہان خالق ازلی نے اس کو پیدا کیا ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟

داریوش: پہلے توضیح دیجئے کہ ازلی کے کیا معنی ہیں؟

الہی: جیسا کہ اشارہ ہوا، ازلی ایک بے آغاز موجود ہے جو سابقہ عدم سے بالکل مبرا ہے، ایسی موجود یقیناً ابدی بھی ہے ، یعنی لا محدود ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے، ایسا موجود جو اصل ہستی میں نہ دوسرے کا محتاج تھا نہ ہے، کمالات ہستی میں بھی ایسا ہی ہے، اور جو کچھ بھی اس کے پاس ہے خود اس کا اپنا ہے کسی کا عطیہ نہیں ہے ۔ اس معنی میں نہیں ہے کہ خود اپنے کو اور کمالات کو پیدا کیا ہے، کیوں کہ ایسا فرض دو لحاظ سے محال ہے[۱]؛ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس نے کبھی بھی اپنے علاوہ کسی کے سامنے دست سوال درازنہیں کیااور تمام مخلوقات کا بھی خالق ہے۔

حاضرین کا ایک گروہ: جناب والا! اصلاً ایسے موجود کا تصور نہیں ہے ازلیت یعنی کیا؟ علم نے ثابت کیا ہے کہ کوئی چیز خود بہ خود موجود نہیں ہے ۔

الہی: یہ کس طرح نا معقول ہے کہ خواہ الہی خواہ مادی ۔ ہر ایک کسی نہ کسی صورت اس کو ماننے پر مجبور ہے؟ کیوں معقول اور متصور نہیں ہے؟ آپ کا قصور یہ ہے کہ جہاں مادہ اور عالم طبیعت کی موجودات و مخلوقات کی ضرورت اور احتیاج کو ۔ خواہ ازلی اور خواہ غیر ازلی ۔ سرا سر ہستی کے حساب میں رکھتے ہو علم جس نے یہ بات کہی ہے اس کا سر و کار مادہ سے ہے اور اس کا حکم بھی جہان مادہ اور عالم طبیعت کے بارے میں ہے۔

داریوش:جناب عالی! ہستی یعنی مادہ، یعنی طبیعت، وجود اور موجود کا مادہ و طبیعت کے علاوہ دوسرا اور کوئی مطلب نہیں ہے، مادہ بھی جو بحکم علم مخلوق ہے اور آغاز رکھتا ہے۔

الہی: اس کا برعکس صحیح ہے، یعنی، مادہ وجود رکھتا ہے اور موجودات سے ہے، نہ یہ کہ ہستی مادہ سے مخصوص ہے تاکہ اس کا نتیجہ کسی غیر مادی موجود کے وجود کا انکار ہو۔

داریوش: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے غیر مادی موجود کا ہرگز احساس نہیں کیا اور نہ ہم کو کوئی غیر مادی موجود ملا ہے۔

الہی: جناب والا! نہ ملنا نہ ہونے کے علاوہ ہے، اور محسوس نہ کرنا موجود نہ ہونے کے علاوہ ہے، کیا آپ کو دنیا کی تمام گونا گوں موجودات کا علم

۱۔ چنانچہ تفصیلاً بیان ہوگا۔

ہے؟ کیا تم پر کسی چیز کا علم پوشیدہ نہیں ہے تاکہ نتیجتاً تمہارا نہ پانا عدم اور نہ ہونے کے مساوی ہوتا۔

داریوش: بالآخر انسان جب تک کسی چیز کو نہ پائے، نہ دیکھے اور محسوس نہ کرے۔ اس کے وجود کی تصدیق کس طرح کر سکتا ہے۔

الٰہی: بنا بر ایں، پہلے اپنی بات کی اس طرح اصلاح فرمایئے کہ: نہیں معلوم کہ غیر مادی اور ازلی موجود ہے یا نہیں؟ شاید ہو بھی ۔

منوچہر: جناب عالی! ممکن ہے آپ ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں "نہیں جانتے ہیں سے " "جانتے ہیں" تک پہونچائیے۔ موجود ازلی دنیا میں کیوں کر اور کس طرح ہے؟

الٰہی: حضرات محترم! جیسا کہ اس سے پہلے بھی عرض کیا، موجود ازلی (بے آغاز و بے احتیاج) کے وجود کی تصدیق، دنیا میں (خود عالم طبیعت یا ماورائے عالم طبیعت) خدا پرستوں میں منحصر نہیں ہے، بلکہ الٰہی اور مادی دونوں (ہر ایک اپنے عقیدے کے موافق) ایسے موجود کو قبول کرنے پر مجبور ہیں۔

دو حال سے باہر نہیں ہے: یا موجودات عالم یا سرا سر ہستی میں کوئی موجود ازلی ہے یا نہیں ہے۔

۱۔ مقصود، ہمنام معنائے کلمہ ہے؛ یعنی خدا پرست اور مادہ پرست جو کہتے ہیں ان سب کو شامل ہے۔

حضرات محترم! کس کو انتخاب کرتے ہو۔ تاکہ اسی کے متعلق گفتگو کروں؟ میں مناظرہ میں اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ شائستہ اور روشن ترین راہ کا انتخاب کروں "لا اکراہ فی الدین" عقیدہ کا قبول کرنا تحمیلی اور اجباری نہیں ہے۔ کیا اتفاق کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ اور تمہارے ہمگام اپنی راہ کو آگے بڑھاؤں۔ قدم بہ قدم تم سب سے تصدیق لیتے ہوئے ایک ساتھ حقیقت کی جانب بڑھیں؟ خود پرستی سے خدا پرستی تک صرف تین قدم آگے بڑھنا چاہئے اور قبول کرنا چاہئے کہ:

۱۔ دنیا میں ازلیت کا وجود ہے۔

۲۔ مادہ ازلی نہیں ہے۔

۳۔ ماوراء مادہ ۔ کہ دو قدم آگے بڑھنے کے بعد قبول کرنا چاہئے کہ ازلی ہے۔ ہر طرح کے کمال کا موجد اور کائنات کا خالق ہے۔

سپہرداد: جناب عالی! آپ کے ساتھ چلنا بہت دشوار ہے۔ اور اب ہم پہلے ادعا کا انکار کرتے ہیں، جناب والا موجودات عالم میں ازلیت کا وجود نہیں ہے، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

الہی: یہ خود آپ کی جلد بازی اور عجلت پسندی کا ایک نمونہ ہے میں نے کہا کہ ہماری گفتگو کا مقصد تین قدم کے فاصلہ کو طے کرنا ہے اب ہم پہلا قدم آگے بڑھانے کے لئے تیار ہو رہے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ موجودات عالم میں ازلیت کا کوئی وجود نہیں ہے، ہم بھی آپ کے ساتھ "نیست" سے ہست اور نبود سے بود کی طرف قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ آپ کی بات کا مقصد یہ ہے کہ تمام موجودات عالم میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو بے آغاز ہو۔ تمام موجودات با اختلاف زمانہ ایک وقت نہ تھیں، اس کے بعد وجود میں آئیں، کیا میں نے اُ کی بات کو صحیح سمجھا ہے؟

سپہرداد: آپ نے صحیح سمجھا ہے، لیکن خدا کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے کیا فرق ہے؟ وہ بھی آپ کے گمان میں موجودات عالم کے زمرہ میں ہے، موجود ہے اور آغاز رکھتا ہے۔

الہی: اس وقت نام گذاری کا وقت نہیں ہے، دعوی کے درمیان نرخ (قیمت) تعیین نہ کیجئے۔ صرف وہی جملہ "تمام موجودات عالم" خود کافی ہے کہ تمام موجودات کو شامل ہو، اس وقت ہم کائنات کی پوری صورت حال معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ حضرات محترم آپ سے سوال ہے ۔ یہ سوال آپ سب سے ہے۔ کہ کیا اس بات کے نتیجہ کو بھی کہ "دنیا میں ازلیت کا وجود نہیں ہے" تسلیم اور قبول کرتے ہو؟

کیا ساری موجودات عالم سابقہ عدم رکھتی تھیں؟ خلاصہ، یہاں تک عقب نشینی کرتے ہیں کہ کوئی چیز نہ تھی اور اس کے بعد ساری چیزیں وجود میں آئیں؟!

یہاں پر گفتگو کا پہلا حصہ۔ جس کا آغاز داریوش سے ہوا۔ کہ ہر موجود کا ایک موجود اور ہر چیز کا ایک خالق ہے پھر خدا کو کس نے پیدا کیا؟اس کی طرف

بازگشت کرتے ہوئے بعینہ یہی سوال مادیین اور منکرین خدا سے کرتے ہیں کہ کائنات کا موجد اور خالق ۔ جو سرا سر بعد کی پیدا وار ہے۔ کون ہے؟

تین حال سے باہر نہیں ہے:

۱۔ یہ کہ مسلم عقلی و علمی و بدیہی اصل کا جس کی طرف اشارہ ہوا انکار کریں اور کہیں: ممکن ہے بعض موجودات موجد کے بغیر وجود میں آئیں ہوں۔

۲۔ موجد و خالق کائنات خود مادہ کی جنس اور سنخ سے ہے اور وہی حکم اس پر بھی جاری و ساری ہے ۔

۳۔ موجود ازلی جو ماوراء مادہ ہے اور مادہ کے حکم سے خارج ہے! اس نے پیدا کیا ہےاور وہ موجد و خالق ہے۔

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کس ایک کا انتخاب کرتے ہیں؟

جمشید: ہم کہتے ہیں کہ عالم بے نہایت ہے اور "بے نہایت" کوئی موجود حادث نہیں ہے کہ اس کے لئے موجد کی ضرورت ہومجموع کو آغاز نہیں ہے، اگر چہ ایک ایک فرد کا آغاز ہو۔

الہی: آپ کی مراد "بے نہایت " سے کیا ہے؟

جمشید: یعنی جتنا بھی پیچھے جائیں کسی ایسے زمانہ میں نہ پہونچیں گے کہ عالم بالکل سے موجود نہ ہو۔

الہی: آغاز نہیں رکھتا، یا آپ اس آغاز تک پہونچ نہیں سکتے ہیں۔

جمشید: آغاز نہیں رکھتا۔

الہی: اس صورت میں جس فرض پر اب تک گفتگو ہوئی تھی ۔ کہ دنیا حادث ہے اور تمام موجودات آغاز رکھتی ہے۔ عوض ہو جاتا ہے۔ ازلیت اور دنیا کے بے آغاز ہونے کا آپ نے اعتراف کر لیا، کیوں کہ ازلی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ سابقہ عدم نہ رکھتا ہو۔

مہرداد: جناب عالی! مقصود یہ ہے کہ نہ یہ اور نہ وہ، یہ وہ بھی اور وہ بھی آپ سمجھ رہے ہیں کہ میری مراد کیا ہے؟ عالم کا اس کے ایک ایک افراد

موجودات کے لحاظ سے آغاز ہے، لیکن کلی اور مجموعی لحاظ سے آغاز نہیں ہے، کیا فرماتے ہیں؟ عدد بے نہایت ہے لیکن معدودات ہر ایک حادث ہیں۔

الہی: پہلے آپ سے پوچھنا چاہئے: کیا یہ عدد جس کو آپ بے نہایت فرض کرتے ہیں موجودات اور موجد سے مرکنب ہے یا سب موجودات اور حادث ہیں؟

مہرداد: پہلے فرض کو مد نظر رکھیں اور اگر ہم کو تسلسل سے ڈرانا چاہتے ہیں تو کوئی پرواہ نہیں، کون کہتا ہے کہ تسلسل محال ہے؟

الہی: راہ کو نزدیک کر رہے ہیں: بالفرض تسلسل محال نہ ہو کیا اس رشتہ کے تمام افراد کے درمیان کوئی ایک فرد ایسی ملتی ہے جس کا آغاز نہ ہو؟

مہرداد: سب کا آغاز ہے، یعنی ایک ایک افراد نہ ان کے مجموعہ کا۔

الہی: کس طرح ممکن ہے کہ کسی چیز کا آغاز بھی اور ازلی اور بے آغاز بھی ہو؟ مگر مجموعہ افراد افرادچ کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ مگر مجموعہ کیا افراد کے علاوہ ہے؟ اس وقت کہ آپ کے اعتراف کے مطابق سارے افراد حادث ہیں ، لہذا مجموعہ عالم ہستی حادث ہے، آغاز سے متصف ہے اور اس اصل کی رو سے ایک بے آغاز موجد کا محتاج ہے۔

انجینیر فرشید: جناب عالی! آپ نے اپنی باتوں سے اس جوان کو الجھا دیا ہے، کیسے ممکن ہے، مجموعہ افراد اور عالم کو تشکیل دینے والی موجودات، بے نہایت ہونے کے فرض کے ساتھ، حادث اور نتیجہ میں محدود اور نہایت رکھتی ہوں۔

الہی: ہم نے اسی دلیل سے ثابت کیا ہے کہ اصولاً بے نہایت اور بے آغاز ہونا ان افراد میں جن کا آغاز ہے، بے معنی ہے؛ یا کہنا چاہئے کہ یہ رشتہ سراسر حادث ہے اور نتیجہ میں نہایت و آغاز رکھتا ہے یا پھر یہ کہ بے نہایت ہے اور نتیجہ میں بے آغاز ہے۔

اس صورت میں اگر ان تمام افراد کے لئے کوئی آغاز ثابت ہوا۔ فرض "بے نہایت" خود بخود باطل ہے۔

بنا بر ایں،یہ اعتراض کرنا کہ کس طرح عالم آغاز اور نہایت رکھتا ہے اور بے نہایت اور بے آغاز بھی ہے؟ اس کی بنیاد آپ نے رکھی ہے کہ اس کو بے نہایت فرض کیا ہے۔

میں اپنی بات کی تکرار کرتا ہوں: ان تمام افراد کے درمیان ۔ آپ کے فرض میں بے نہایت۔ کیا کوئی فرد جو خود بے نہایت ہو اور آغاز نہ رکھتی ہو ملتی ہے؟ یہ آپ کے فرض کے خلاف ہے!

ناگزیر سبب کا آغاز ہے اور نتیجہ میں، ان کا مجموعہ بھی۔ جو خود ان کے علاوہ نہیں ہے۔ آغاز رکھتا ہے بنا بر ایں اس طرح کے افراد کا بے نہایت ہونے کا مفروضہ خود بخود باطل اور غلط ہوگا۔

ڈاکٹرورجاوند: جناب عالی! اجازت دیں کہ گفتگو کی شکل عوض ہو، مانا کہ تمام عالم حادث ہے۔ اس سے آپ کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

الہی: اس مسلم علمی اصل کی طرف لوٹتے ہیں کہ "ہر حادث کا ایک حدث اور موجد ہے"، جناب والا! اس صورت میں پوری دنیا کا موجد و خالق کون ہے؟ اس وقت کہ عالم اور عالمیان میں سے کسی کا کوئی وجود نہ تھا، کون اور کس نے اس کو پیدا کیا ہے؟

عدم۔۔۔؟ خود عالم؟ یا ماوراء عالم طبیعت کوئی طاقت؟

انجینیر فرشید: اب جبکہ شکل بحث عوض ہو چکی ہے، اجازت دیں میں آپ سے گفتگو کروں؟

الہی: فرمائیں، حق بھی یہی ہے، آپ سے اس سے زیادہ توقع ہے کہ ایک جملہ میں خاموش ہو جائیں۔

فرشید: چوتھے فرض کو بھی شامل کر لیں، عالم تصادفی اور اتفاقی وجود میں آیا ہے۔

الہی: اس فرض کی بھی بازگشت سہ گانہ مفروضوں میں سے کسی ایک کی طرف ہوتی ہے، کیوں کہ تصادف یا سنخ وجود سے ہے یا سنخ عدم سے ہے اور پہلی صورت میں یا سنخ عالم طبیعت سے یا ماوراء عالم طبیعت کسی اور طاقت کی سنخ سے ہے۔

فرشید: میں نے تصادف کی بات کی اور آپ وجود و عدم کو درمیان میں لاتے ہیں؟

الہی: مگر ممکن ہے کہ تصادف کوئی ایسی چیز ہو جو نہ موجود ہو نہ معدوم، یا آپ کا تصادف کوئی مہمل اور بے معنی لفظ ہے، بہر حال ان دونوں سے صورت سے باہر نہ ہوگا میں آداب گفتگو کے دائرہ سے باہر جا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ انجینیر صاحب نے ایک بے معنی اور مہمل بات کہی ہے، ناگزیر ان کی بات کا کچھ مطلب ہے۔

فرشید: یعنی خود بخود، علت کے بغیر۔!!

الہی: اس بات کی بازگشت پہلے کے دو مفروضوں میں سے ایک کی طرف ہوتی ہے، کیوں کہ "خود بخود" یعنی خود خدا کو پیدا کیا ہے اور وجود بخشا ہے، اور "علت کے بغیر" یعنی کوئی موجد و محدث نہ ہو۔

فرشید: عدم نے عالم کو جود بخشا ہے! عدم وجود کی طرف مائل ہوا ہے، جیسے کہ خدا پرست بھی اس سے مشابہ بات کے قائل ہیں: خدا نے عالم کو عدم سے وجود بخشا ہے!

الہی: پہلے خدا پرستو ں کی بات معلوم ہو جو آپ کی بات سے بہت فاصلہ رکھتی ہے، وہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ خدا نے عالم کو عدم کے ذریعہ وجود بخشا ہے بلکہ کہتے ہیں کہ عالم نہ تھا اور خدا نے اس کو ۔ نہ عدم سے بلکہ۔ اپنے ارادہ سے ایجاد فرمایا ہے۔

لیکن آپ کہتے ہیں کہ عالم کا پیدا کرنے والا اور موجد عدم ہے! اور بہت واضح ہے کہ اس جملہ کا مطلب یا خالق عالم کا انکار ہے، وہ عالم جو سراسر حودث ہے، یا آپ نے صرف اس کے لفظ کو بدل دیا ہے!

جناب عالی! مگر عدم اور نیستی کوئی طاقت ہے جو عالم کو وجود عطا کر سکے، ناچیز اور بہت معمولی چیز کو بھی ایجاد کرنے کے لئے طاقت و قوت کی ضرورت ہوتی ہے، کہ یہ وسیع اور بے کراں کائنات اپنے حیرت انگیز چہروں کے ساتھ ، مثل یہ کہ جناب انجینیر اس لئے کہ قائدہ عقلی و علمی "ہر حادث کے لئے ایک موجد ہے" کی مخالفت نہ کریں عدم کے لئے بھی وجود اور طاقت و قوت کے قائل ہوئے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

فرشید: چلئے، عالم ایک قوت اور وجود سے وجود میں آیا ہے۔ آپ کہیں گے کہ وہ قوت اور طاقت خدا ہے۔ اس صورت میں مذکوقرہ بالا علمی قائدہ آپ پر بھی جاری ہوگا، خدا کو کس نے پیدا کیا ہے؟

الہی: چند بار کہوں کہ صرف حادث کو حدث اور موجد کی ضرورت ہے (نہ ہر موجود کو) مگر موجود حادث کے معنی میں ہے؟ یہ خود ہماری گفتگو کا موضوع ہے ۔ کہ آیا موجود اور حادث برابر ہیں یا یہ کہ موجود حادث سے اعم ہے؟۔ اصولاً یہ سوال کہ "اس کو کس نے پیدا کیا ہے ؟" موجودات حادث میں منحصر ہے، نہ یہ کہ ہر موجود خواہ بے آغاز خواہ حادث، موجد اور خالق کا محتاج ہے مسلم ہے کہ مذکورہ سوال بے آغاز موجود کو شامل نہیں ہے، اس کا کوئی آغاز نہیں ہے کہ اس کو آغاز کریں ، محتاج نہیں ہے کہ اس کو خالق کی ضرورت ہو۔

ورنہ ہم اس سوال کو خود مادیین کی طرف پلٹائیں گے۔ طبیعت و مادہ جس نے عالم کو وجود عطا کیا خود اس کا خالق کون ہے اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟ آپ فرمائیں گے کہ وہ حادث نہیں ہے کہ موجد کا محتاج ہو، وہ خدا موجودات حادث کی اصل اور بنیاد ہے۔

یہاں پر روشن ہوتا ہے، کہ "طبیعت" اور "خدا" دو میں سے ایک امر میں بے آغاز اصل کو قبول کرنے کی صورت میں پھر یہ سوال پیش نہیں آتا کہ اگر موجود ازلی نے عالم کو پیدا کیا ہے لہذا خود موجود ازلی کو کس نے پیدا کیا ہے، کیوں کہ بے نیازی کے معنی لفظ بے آغاز کے دل سے ظاہر ہیں؛ اور یہ سوال کرنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ موجود ازلی کی آفرینش کا آغاز کس نے کیا ہے اور کون اس کا خالق ہے!۔

فرشید: دوسرے فرض کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ "عالم" نے خود خود کو پیدا کیا ہے۔

الہی: یہ بھی پہلے فرض سے کچھ کم نہیں ہے۔ جناب عالی! دو حال سے باہر نہیں ہے: یا عالم اپنے وجود میں آنے سے پہلے موجود تھا یا نہیں تھا اگر تھا، اور تھا اور تھا۔۔۔ ازل تک، پس ازلی تھا، اور موجد کی ضرورت نہیں ہے خواہ وہ اپنا خالق ہو یا غیر کا خالق ہو، اور اگر نہیں تھا عدم کیسے وجود عطا کر سکتا ہے؟ (پہلے فرض کی جانب باز گشت)

ڈاکٹر ورجاوند: کیا خدا پرست بھی اس جیسی بات نہیں کہتے کہ خدا یعنی "خود آ" (خود آیا ہوا) یعنی اس نے خود خود کو پیدا کیا ہے؟

الہی: ہرگز! ہر توجیہ عقل کے بر خلاف ہے اور دو تناقض پر مشتمل ہے: ۱۔ جس چیز نے کہ خود کو پیدا کیا ہے، یعنی خود سے پہلے تھا اور اس کے بعد خود کو پیدا کیا ہے۔ ۲۔ خدا حادث ہو، یعنی خدا نہ ہو بلکہ دوسرے موجودات کی طرح حادث ہو۔

گمان کرتا ہوں کہ آپ کی اس گفتگو کی بنیاد مسیحیوں اور --- کی بعض بے معنی باتوں کا نتیجہ ہے جو خدا کے بارے میں نو معقول تصور رکھتے ہیں۔

ورجاوند: اتفاقاً صحیح اندازہ لگایا، "مسٹر ہاکسن" امریکائی کتاب "قاموس مقدس" میں ۔ جس کو انہوں نے کتب احدین کے مطالب کو کشف کرنے کے عنوان سے تالیف کیا ہے۔ لفظ خدا کے ذیل میں کہتے ہیں: خدا یعنی خود سے وجود میں آیا، اور طبیعت خدائی سے مراد، تین متساوی الجوہر اقنوم جو اب و ابن اور روح القدس سے عبارت ہیں۔

الہی: جس وقت میں کتاب بشارات عہدین کی تالیف میں مشغول تھا، اس لغزش کو میں نے کتاب مقدس سے نقل کیا ہے اور بعینہ گذشتہ اعتراض اس پر کیا، البتہ یہ توجیہ اس قصہ کی طرح ہے کہ کہتے ہیں: ایک شخص قرآن کی نسخہ برداری کر رہا تھا؛ جب وہ آیت "شغلتنا اموالنا و اہلونا" (فتح: ۱۱) پر پہونچا اس خیال کے تحت کے کہ قرآن کی طرف ناروا نسبت دی گئی ہے شغلتنا کی جگہ لکھا شدرستنا (خندہ حضار)

ورجاوند: اس سے کہ صرف نظر کریں، کیا کہنا چاہئے؟ فرمائیے: عالم کس سے حادث ہوا ہے اور وجود میں آیا ہے؟

الہی: آپ فرمائیے، اس حوالہ سے جب دو مذکورہ فرض باطل اور نا معقول ہیں کیا تیسرے فرض کے علاوہ کوئی اور راستہ رہ جاتا ہے کہ یہ عالم خود سے ماوراء قوت سے وجود میں آیا ہے۔

ورجاوند: ہم ماوراء عالم کا تصور نہیں رکھتے ہیں، ماوراء عالم، پشت دیوار مادہ؛ یعنی عدم؛ اس سے بھی گتھی نہ سلجھی انہیں پہلے دو فرض کی طرف بازگشت ہوئی۔

الہی: آغاز گفتگو میں اگر آپ کو یاد ہے ۔ اس بارے میں داریوش کو چند نکات کی یاد دہانی کرائی تھی؛ حضرات محترم! کیا وجود حادث اور مادہ وجود اور ہستی کے معنی میں اور وجود و ہستی مادہ کے معنی میں ہے؟

انکار کی گنجائش نہیں کہ مادہ ہے؛ لیکن یہ بات کہ ہستی اور وجود کو مادہ اور موجود محسوس میں منحصر جانیں محل تامل ہے۔ مادیین جو صرف مادہ اور اس کے خواص سے سرو کار رکھتے ہیں، کہتے ہیں: ہم نے مادہ کے علاوہ کسی موجود کو نہیں پایا لہذا مادہ کے علاوہ کسی موجود کا وجود نہیں ہے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ نہ ملنا نہ ہونے کے علاوہ ہے۔ انسان اسی عالم مادہ کے بہت سارے اسرار و رموز سے ابھی تک واقف نہیں ہوا؛ کیا شائستہ ہے کہ کہیں جو چیز ابھی تک نہیں ملی موجود نہیں ہے!؟ اصولاً تجربہ و احساس صرف اپنے شعاع عمل میں حکم کر سکتے ہیں (وہ بھی بصورت ناقص) نہ اپنے سے ماوراء شعاع میں۔

جیسے کہ ایک ایک حواس بھی تنہا تمام محسوسات کو درک کرنے کی توانائی نہیں رکھتے ہیں، قوت باصرہ صرف دیکھنے والی چیزوں کو درک کرنے کی قوت رکھتی ہے نہ کہ مسموعات و مذوقات کو درک کر سکتی ہے۔

آپ سے سوال ہے، اگر ادعا کیا کہ فلاں میوہ شیریں ہے۔ کیا میں چکھے بغیر اس کی شیرینی کا نکار کر سکتا ہوں؟ وجہ صاف ہے کیوں کہ میری آنکھ کو شیرینی نہیں دکھتی ہے!

اب جب ہمارے حواس بھی ہر ایک بعض محسوسات میں نہ تمام محسوسات، محدود ہے، کیا عاقلانہ ہے کہ ان حواس سے ۔ جن کی شعوع عمل صرف محسوسات ہے۔ ماوراء احساس موجود کو درک و دریافت کرنے کی امید رکھیں، کہ اگر خدا کو آنکھ سے نہ دیکھیں اور تمام حواس پنجگانہ سے محسوس نہ کریں یہ نتیجہ نکالیں کہ نہیں ہے؟

البتہ بجا ہے کہ یہ نتیجہ اخذ کریں کہ خدا محسوس نہیں ہے لیکن کلی طور پر اس کے وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا یہاں تک کہ بعض محسوسات بھی ہماری قدرت احساس سے باہر ہیں، جیسے قوت جاذبہ عمومی، کہ اس کے مادی ہونے کے باوجود ہم اس کے احساس سے عاجز ہیں۔ کجا خدائے نا محسوس۔

آپ چاہتے ہیں کہ خدائے نا محسوس کو اپنے کند، نارسا اور غیر مطلق حواس سے ۔ جو بعض محسوسات کے ادراک سے بھی عاجز ہیں۔ محسوس کریں؟!

آپ اپنے اندام حسی کے لحاظ سے خدا کے بارے میں صرف جو چیز کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ، ہمیں نہیں معلوم کوئی خدا ہے یا نہیں، کیوں کہ وسائل ادراک مادی اس کی ذات کے ادراک سے عاجز ہیں، اور ہر صورت میں یہ عبارت "نہیں معلوم کہ ہے " "معلوم ہے کہ نہیں ہے" کے علاوہ ہے۔

ورجاوند: ہم بھی کہتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم ماوراء مادہ۔ جو آپ کے قول کے مطابق خلاق اور موجد کائنات ہے۔ ہے یا نہیں ہے؟

بنا بر ایں، ہمیں نہیں معلوم تیسرا فرض صحیح ہے یا نہیں کہ ماوراء مادہ قوت نے مادہ کو وجود عطا کیا ہے،!

الہی: خود اس بات کی تصدیق کی کہ عالم کو ناگزیر ایک خالق اور موجد درکار ہے، اور ان تین فرضوں سے بھی باہر نہیں ہے دو پہلے فرض جو قطعاً عقلاً باطل اور محال ہیں، لہذا تیسرے فرض کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

بنا بر ایں، کہنا چاہئے: ماوراء مادہ جس نے عالم کو پیدا کیا" جانتے ہیں کہ ہے" لیکن یہ نہیں جانتے کہ کیا ہے اور کیسا ہے؟ اسی قدر تسلیم کیا کہ اس کا وجود وجود عالم کے علاوہ اور اس کے حکم سے خارج اور در عین حال اس کے تمامم مخفی و آشکار اسرار و رموز پر محیط و قادر ہے۔

مسٹر سہرکیس: جناب عالی! نہیں جانتے کیا ہے؟ یعنی کیا ہے؟ یعنی اس کی حقیقت تک رسائی ممکن ہے؟ تمام امکانات اس کی حقیقت کے ادراک میں قاصر و ناتواں ہیں؟

الہی: ہاں، خدا پرست اس طرح خدا کو پہچانتے ہیں: نہیں جانتے کیا ہے؟

مسٹر سہرکیس: بنا بر ایں، ہم مسیحیوں کے عقیدہ پر کہ خدا کو تین اور ایک جانتے ہیں (باپ، بیٹا، روح القدس) کہ ایک ہیں اور در عین تین ہیں، اس قدر نکتہ چینی کرتے ہیں؟

خود جناب عالی نے کتاب "بشارات عہدین" میں کس قدر اس مقدس عقیدہ پر جو ہمارے دین کی بنیاد ہے، نکتہ چینی کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر چہ یہ عقیدہ ہماری عقل میں آتا، لیکن مسیحیوں کے اس عقیدہ کو قبول کرنے کی علت یہ ہے کہ خدا عقلوں سے بالاتر ہے اور اس کی حقیقت کی صورت قابل تعقل نہیں ہے۔

الہی: ان دونوں باتوں کو ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہئے

۱۔ آثار کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ کسی موجود کا وجود ہے لیکن نہیں جانتے کیا ہے۔

۲۔ جو چیز عقل کے اعتبار سے محال اور ناشدنی ہے ۔

حقیقت اور کنہ ذات خدا عقل سے بالاتر ہے، اور کسی عقل میں نہیں آتی لیکن آپ کی بات کہ "خدا ایک ہےاور در عین تین ہے"، ایک نامعقول اور محال بات ہے، اور جیسا کہ عرض کیا خدا "خود آ" کے معنی میں اس کا نتیجہ محال ہے۔

"نہیں جانتے کیا ہے" ایک بات ہے اور "اور جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے" دوسری بات ہے ۔ مثلاً ہم جانتے ہیں کہ ایٹم ہے، لیکن جیسا جاننا چاہئے نہیں جانتے کہ کیا ہے، یہاں پر صحیح ہے کہ کہیں "نہیں معلوم کہ ایٹم کی حقیقت کیا ہے"۔

لیکن اگر کوئی اسی مجہول الحقیقت کے بارے میں کہے کہ ایٹم سازمان داخلی میں متحرک بھی ہے اور ساکن بھی ہے " کہیں گے کہ یہ غلط اور محال ہے ایٹم کچھ بھی کسی بھی صورت دو نقیض کو اپنے اندر یکجا قبول کر لے۔

خدا وند عالم کے بارے میں بھی کہنا چاہئے کہ وہ یقیناً ہے لیکن اس کی حقیقت اور کنہ ذات حدود عقل سے باہر ہے۔ لیکن یہ حقیقت پنہاں در عین حال کہ ایک ہے محال ہے کہ تین عدد ہوں،کیوں کہ کسی بھی موجود کے بارے میں پندار محال محال اور ناشدنی ہے، خواہ موجودات آشکار ہوں یا پنہاں۔

نتیجہ یہ کہ خدا کی ذات ما فوق عقل ہے لیکن یہ پندار غلط (تین اور ایک اور ایک اور تین) ما دون عقل ہے یعنی ایسے پندار کو عقل پسند نہیں کرتی ہے اور ناشدنی جانتی ہے (تحسین و تصدیق حضار)

ڈاکٹر منوچہر آریا: اپنے ساتھیوں سے امید نہ تھی کہ اتنی جلدی تسلیم ہو جائیں، حضرات محترم! آقائے الٰہی نے ایک تیر سے دو کام لیئے ہیں اور دو نشانے لگائے ہیں، ایک قدم سے ، جس کی پیش بینی کی تھی دو قدم چلے ہیں: ازلیت اور خالق عالم کے تجرد کو بھی اپنے گمان کے مطابق ثابت کیا ہے لیکن اب میں کہہ رہا ہوں کہ دقونوں باطل ہے، اور ہمیں گذشتہ بحث کی طرف لوٹنا چاہئے۔

جناب عالی! یہ تمام جست و خیز اس تصور کا نتیجہ ہے کہ جہان مادہ، حادث ہے میں کہتا ہوں کہ ازلی ہے، اور مادیین کے سخن کی بنیاد بھی یہی ہے: ازلیت مادہ !

یہ جہاں تمام صورتوں اور مختلف نقوش کے ساتھ آغاز میں ایک یکنواخت مادہ تھا[۲]۔ اور وہ مادہ ان موجودات کے حروف اور اصول کے حکم میں ہے، مادہ پر گونا گوں اعتراض کی وجہ اس کا حادث ہونا ہے لیکن مادہ اولی ازلی اور ان کا موجد و خالق ہے، خود بے آغاز ہے اور زمانہ "x" میں یکبارگی مہیب انفجار کی وجہ سے موکول، ایٹم اور گونا گوں شکلوں کو پیدا کیا اور ہمیشہ حالت توسیع و نمائش میں ہے۔

الٰہی: کوئی بات نہیں، مجھے بھی اعتراض کی امید تھی کہ اس بازگشت سے دوبارہ خدا پرستی کی جانب بکمال دقت و بینائی اپنا راستہ طے کروں میں آخر تک پابند اور اپنے فیصلہ پر قائم ہوں کہ تمام حاضرین محترم کی ہمراہی میں حقیقت کی جانب اپنا راستہ طے کروں۔ اب باقی بچتا ہے دوسرا قدم، بالآخر تصدیق فرمائی ہے کہ جہان میں ازلیت وجود رکھتی ہے، اور ہستی میں منہائے ازلیت، خواہ مادہ میں خواہ ماوراء مادہ ممکن نہیں ہے؛ لہذا یا مادہ ازلی ہے، یا ماوراء مادہ، اور یہ سوال کہ اس موجود ازلی کو کس نے پیدا کیا ہے؟ خواہ خدا پرستوں سے ہو خواہ مادہ پرستوں سے بے معنی اور غیر معقول ہے؛ کیوں کہ موجود ازلی بے آغاز ہے کہ اس کو موجد کی ضرورت ہو، آغاز ہی نہین رکھتا کہ آغاز گر کا محتاج ہو۔

اب اس دو راہے پر آکر دیکھنا چاہئے کہ ازلیت مادہ میں ہے یا ماوراء مادہ میں ہے! کوئی شک نہیں کہ اگر مادہ ازلی نہ ہو سکے یہ ازلیت ماوراء مادہ میں منحصر ہوگی۔

---

[۲]۔ عالم کے مادہ اولیہ کے بارے میں"ستارگان از دیدگاہ قرآن" میں اور کتاب "ماتریالیسم و منافیزیک" میں مفصل بحث کی ہے وہاں رجوع کیجئیے۔

ڈاکٹر آریا: فرضیات سے تو مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے! ہم کہتے ہیں کہ مادہ ازلی ہے اور اس مبنی کے تحت اصولاً ماوراء کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔

الہی: ادعا سے بھی کوئی فائدہ نہیں دلیل ضروری ہے۔

ڈاکٹر آریا: قانون لاوازیہ جو ایک علمی قانون ہے کہتا ہے، "کوئی چیز عدم سے وجود میں نہیں آئی اور کوئی موجود کلی طور سے نابود اور زائل نہی ہوتا"۔

الہی: کس علمی قانون نے ازلیت جہان کی تائید کی ہے جبکہ علم نجوم ثابت کرتا ہے کہ جہاں مادہ کا ایک آغاز ہے، اور علم فیزیک دنیا کے فنا کی پیشین گوئی کرتا ہے، اور دنیا کے ازلی (بے آغاز) و ابدی (بے انجام) ہونے کا عقیدہ آج کے علم کے مبانی سے بالکل سازگاری نہیں رکھتا[۳]۔

اور پھر یہاں تحقیق اور استدلال کی جگہ ہے نہ تقلید؛ جناب لاوازیہ اور ان کے ہم فکروں کا اس بات سے کیا مقصد تھا؟

اگر مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی موجود موجد کے بغیر وجود میں نہیں آتا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جہان میں ایک موجود ازلی کا وجود لازمی ہے، کہ تمام چیزیں اس کے ارادہ اور اس کی قدرت سے ۔ نہ عدم سے۔ وجود میں آئی ہوں۔ اور اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ جہان مادہ سابقہ عدم سے مبری ہے، نہ تنہا قوانین علمی نے کسی طرح اس نظریہ کی تائید نہیں کی ہے، بلکہ جیسا کہ اشارہ ہوا ۔ اس کی تصدیق اور اس کو نقض کرتا ہے اور اس بات کی بے شمار دلیلیں موجود ہیں کہ جہان سابقہ عدم رکھتا ہے۔

اور اصولاً چانکہ لازاویہ ایک فیزیک داں ہیں نہ فیلسوف اس نظریہ سے ان کی مراد یہ ہے نہیں ہے کہ جہان مادہ سابقہ عدم سے متصف نہیں ہے؛ بلکہ ان کی نظر جہان مادہ کے ایک کے بعد ایک شکلوں پر ہے، یعنی بطور مثال، پانی جو بخار ہو جاتا ہے نہ پانی نابود ہوا اور نہ بخارعدم سے وجود کی طرف مائل ہوا بلکہ پانی کی حالت بدلی ہے اور بخار کی شکل اختیار کر لیا ہے۔

---

[۳]۔ کتاب "اثبات وجود خدا" سے دنیا کے چالیس عظیم دانشوروں کے قلم سے، تالیف "جان کلوور مد نسما" مطابق نقل ایزونیک ویلیام نیلوچ طبیعی دان، دانشگاہ بوفالو سے M8کے درجہ پر فائز؛ ایوی کے حکومتی کالج سے فلسفہ میں ڈاکٹر؛ اور وحوش اور مطھلیوں کی حفاظت اور نگہداشت کی یونیورسٹی میں سابق عضو فنی۔

۱۔ کتاب "اثبات وجود خدا" سے ایزونیک ویلیام اور نیلویچ کی نقل کے مطابق۔

جہان مادہ کی تمام دگرگونیوں کی بھی یہی کہانی ہے، صرف دگر گونی صوری ہے۔ نہ یہ کہ معدوم، موجود اور موجود اور موجود معدوم ہو جائے ڈاکٹر صاحب آپ نے تو علوم تجربی اور فیزیک میں کام کیا ہے بہتر اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے ہمکار کیا کہتے ہیں۔

ڈاکٹر سیاوش مارسا: جناب عالی! ابھی جیسا کہ آپ نے خود اشارہ کیا ہمیں این و آن کی باتوں سے کوئی سرو کار نہیں، صرف دلیل ہے جو بطور قانع اور روشن ہماری رہبری کر سکتی ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ اس جہان کا مادہ اولیہ حادث ہے؟ ہم کہاں سے سمجھیں آغاز رکھتا ہے؟ ہم نے اس کے لئے نہ آغاز کو دیکھا اور نہ سمجھا ہے؟ اس وجہ سے خود کو حق دیتے ہیں کہ جہاں کے حادث ہونے کا انکار کریں، اور اس کو بے آغاز جانیں۔

الہی: آقائے محترم! اس سے پہلے بھی تذکر دیا ہے اور اب پھر تکرار کر رہا ہوں، نہ دیکھنا اور نہ پانا اس چیز کے نہ ہونے کے علاوہ ایک چیز ہے، بالفرض اگر یہ پندار صحیح ہو کہ نہ پانا نہ ہونے کے مساوی اور پانا ہونے کے مساوی ہے ، کیا آپ نے ازلیت جہان کو دریافت کیا ہے کہ اس طرح کا ادعا کر رہے ہیں؟ کیا آپ خود ازل سے تھےکہ ازلیت جہان کو دیکھا اور دریافت کیا ہے؟ کس طرح خود کو حق دیتے ہیں کہ دیکھے بغیر تصدیق کریں (تائید و سکوت حضار)

داکٹر پارلے: خدا پرست جو جہان کو حادث سمجھتے ہیں کیا آغاز میں تھے کہ اس کے وجود میں آنے کا تماشا کیا ہو اور دیکھا ہو؟ حضرات محترم! اب جبکہ نہ الہی نے جہان کے وجود میں آنے کو دیکھا نہ مادی نے ازلیت جہان کو دیکھا ہے، انصاف یہ ہے کہ کہیں یہ دونوں دعوے بلا دلیل ہیں۔

جناب عالی! اب ہم کو حق دیتے ہیں کہ ماوراء جہان وجود خدا کے بارے میں شک کریں؟ لہذا اسی طرح قرآن، کلام الہی! صراحت کے ساتھ دعوی کرنا ہے کہ وجود خدا میں شک نہیں ہے؟ "افی اللہ شک فاطر السموات و الارض" (ابرہیم: ۱۰)

الہی: میں بھی اس انتظار میں تھا کہ آپ خود اعتراف کریں کہ خدا کے نہ ہونے پر ہرگز کوئی دلیل موجود نہیں ہے، جیسا کہ قرآن مجید نے مکرر یاد دہانی کرائی ہے کہ منکرین خدا اس بارے میہں صرف ظن و گمان میں گرفتار ہیں "ان ہم الا یظنون" اور فقط وہ لوگ (اس کا) گمان کرتے ہیں ۔ (بقرہ: ۷۸)

لیکن جس آیت کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے جیسا کہ آغاز گفتگو میں بھی عرض کیا، یہ آیت نے کلی طور پر شک کی نفی نہیں کی بلکہ کہتی ہے: خدائے آفریدگار (خالق) کے بارے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کون شک کر سکتا ہے کہ مخلوقات کو خالق لازم ہے؟ مادیین کے شک کی وجہ ازلیت جہان کا نظریہ ہے کہ وہ روشن دلائل سے باطل ہے۔

ڈاکٹرپارسا: وضاحت فرمائیے کہ اس طرح شک اور گمان کیوں بے محل ہے؟

الہی: آپ نے آغاز سخن میں فرمایا کہ جب تک کسی چیز کو مادی احساس سے دریافت نہ کریں اس کے وجود کا یقین نہیں کرتے جناب آپ خود سوچئے کیا ہر چیز کو قبول کرنے کا طریقہ ادراک و احساس مادی میں منحصر ہے؟ آپ کسی کی دانائی و نادانی، عقل و جنون، حیات و موت، وجدان و بے وجدانی، دوستی و دشمنی کو کس طرح سمجھتے ہیں؟ کیا دستگاہ مغزی کا معنوی نظم اور اس کی بت نظمی دیدنی ہے؟ مانا کہ عقل اسی مغز مادی سے عبارت ہو کیا لوگ اس طرح کی تشخیص کے لئے لوگوں کی مغزی دستگاہ میں وارد ہوتے ہیں؟

ڈاکٹر پارسا: اگر آپ نہیں جانتے تو جان لیں، انسان نے اس دور میں مغز سنجی کی مشین بنائی ہے، کہ اعصاب مغز کی تحقیق کر کے نظم و بے نظم کی مقدار اور نتیجہ میں شخص کے عقل و جنون کی مقدار کو اسی کے ذریعہ جان لیتا ہے۔

الہی: آپ سے سوال کرتے ہیں ، کیا اس مشین کی اختراع سے پہلے اس طرح کی تشخیص کا راستہ بالکل سے بند تھا؟ یا اس وقت کہ ہے، سارے لوگ اسی سے استفادہ کرتے ہیں؟

ڈاکٹر پارسا: تشخیص کا راستہ صرف نزدیک سے دیکھنا نہیں ہے بلکہ ہر فرد کے حرکات اور اس کے اقوال کی کیفیت سے اس کے علم، ادب عقل اور بہت سارے کمالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

الہی: دوسرے الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ ممکن ہے کسی چیز کے خواص و آثار سے اس تک پہونچا جا سکتا ہے، نمونہ کے طور پر ایٹم کی مثال دیتے ہیں کہ ابتدا میں آثار کے ذریعہ اس کے وجود کا بشر کو علم ہوا اور باوجودیکہ ابھی بھی چشم مسلح کے ذریعہ بھی قابل مشاہدہ نہیں ہے دانشوران جہان اس کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔

بنا بر این، اگر چہ ہم سے کوئی ، کہ بیکراں کائنات کا بہت معمولی اور ناچیز حصہ ہیں، دنیا کے وجود میں آنے کے وقت موجود نہ تھا تاکہ مادی احساس سے اس کے حدوث کو دیکھتا اور سمجھتا لیکن اس وقت مادی و غیر مادی بکثرت آثار جہان ہماری دسترس میں ہیں جو بطور قاطع اس کے لئے آغاز کو ثابت کرتے ہیں۔

جیسے کہ فلاں آسمان کی خاص شکل اس کے بنانے والے کے وجود پر روشن گواہ ہے اگر چہ اس کی تعمیر کے وقت آپ نے اس کو نہیں دیکھا یا متولد بھی نہ ہوئے ہوں۔

انجینئر فرشاد: ایک معمار ایک عمارت کو بناتا ہے اور اس کے بعد مر جاتا ہے لیکن عمارت اسی طرح پائدار ہے، کیا خدا پرست بھی قبول کرتے ہیں کہ خدا جس نے دنیا کا آغاز کیا ہے اس وقت فنا ہو گیا ہے؟

الہی: اگر چہ اس حوالہ سے روشن جوابات موجود ہیں، لیکن حضار محترم کی اجازت سے نظم گفتگو کی رعایت کے پیش نظر، آپ کا جواب جلسہ کے آخر میں دوں گا۔

حضار: البتہ ایسا ہی ہے، خدا ابھی ہم پر ثابت نہیں ہوا اس وقت اس طرح کے سوالوں کا محل نہیں ہے۔ حضور والا! ابھی آپ اپنی گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھیں ۔

الہی: یہ مثال اور اس کے جیسی دوسری مثال صرف اس رخ سے مد نظر ہے کہ چنانچہ کسی حادثہ کو نزدیک سے نہ دیکھا ہو، اس کے آثار خود اس کے گواہ ہو سکتے ہیں، نہ یہ کہ ہر رخ سے "مساوات" اس درمیان برقرار ہو۔

ڈاکٹر پارسا صاحب اور دوسرے حضرات! دقت فرمائیں: اگر جہان کا آغاز ہوتا اور خود سے ماوراء قوت سے وجود میں آتا کیا حالت تھی جواب نہیں ہے؛ اور کس طرح تھا کہ کس وقت نہیں ہے؟

حاضرین محترم پر سکوت طاری تھا جو ان کے عمیق فکر کے دریا میں غوطہ ور ہونے کی نشانی ہے، اور ہر ایک نے ایک بات کہی۔ اس درمیان جس جملہ نے بہت زیادہ توجہ مرکوز کی اور مجلس کے سکوت کو توڑا اور هاضرین کو روح تازہ بخشی، ڈاکٹر پارسا کا جوابی سوال تھا، انہوں نے دریافت کیا: "میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر جہان کا آغاز نہ ہوتا اور اس کا کوئی موجد نہ ہوتا، کیسے ہوتا کہ اس وقت نہیں ہے"؟

الہی: بہت واضح ہے، اگر جہان کا آغاز نہ ہوتا اور اپنے ماوراء کا محتاج نہ ہوتا تو اس کے سراسر وجود سے بے نیازی کے آثار ہویدا اور ظاہر ہوتے۔

ڈاکٹر صاحب، آپ خود فرمایئے کہ موجود ازلی (بے آغاز) اور حادث کے درمیان آثار و خواص کے لحاظ سے کوئی فرق ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر پارسا: یقیناً ہے؛ اور جیسا کہ اس سے پیشتر جانا، ازلیت بے نیازی مطلق کے معنی میں ہے کہ ایک موجود نہ اصل وجود میں اور نہ کمالات و حالات وجود میں اپنے غیر کا محتاج نہ ہو، لیکن موجود حادث جو اصل میں حادث اور محتاج ہے، ہر رخ سے محتاج ہوگا، بنا بر این:

ازلی= بے نیاز مطلق (غنی مطلق) اور حادث= نیاز مند مطلق (فقیر محض)

الہی: خوب وضاحت فرمائی، اب آپ سے سوال ہے: جہان مادہ میں بے نیازی کے آثار دکھائی دیتے ہیں یا نیاز مندی کے آثار دکھائی دیتے ہیں؟[٤]

---

[٤]۔ یہ جملہ احتجاج طبرسی میں مادیین سے رسول اللہ کے استدلال کے مقدمہ میں نقل ہوا ہے۔

ڈاکٹر پارسا: اچھا ہوتا اس سوال کو گفتگو کے آخر میں رکھتے، برای مہربانی اس وقت ان آثار کو جو دنیا کے وجود میں آنے کی نشان دہی کرتے بیان فرمائیے؟

الہی: اگر چہ شائستہ نہ تھا کہ آپ میری بات کا جواب نہ دیتے اور جو بات اس وقت مورد گفتگو ہے، بعد پر ٹالتے لیکن چونکہ گفتگو کے آغاز میں عہد کیا تھا کہ آخر تک حاضرین کے قدم بہ قدم اٹھاؤں آپ کے عذر کو قبول کرتا ہوں؛ کوشی کی بات ہے کہ خدا پرستوں پر استدلال کا راستہ کسی صورت بند نہیں ہے اور ان کے براہیں تمام مفروضات اور احتمالات پر احاطہ رکھتے ہیں۔

جناب عالی رات اور دن جو ہر چیز سے زیادہ ہمارے اوپر روشن ہیں ، کیا ان کا کوئی آغاز تھا کہ نہ دن تھا اور نہ رات تھی۔[°]

انجینئربسطامی: جناب عالی "شب و روز" زمین کے اپنے محور پر اور خورشید کے گرد گھومنے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ شب یعنی تاریکی روز یعنی روشنائی۔ یہ کوئی چیز نہیں ہے کہ ان کے بارے میں سوال ہو۔

الہی: کوئی چیز نہیں ہے؟ شب و روز معدوم ہے؟ دونوں عدم اور نیستی میں برابر ہیں؟ عدم کہ ظہور نہیں رکھتا۔ عدم کہ اختلاف نہیں رکھتا! کس طرح نہیں ہے؟!

بسطامی: کوئی چیز نہیں ہیں اس معنی میں کہ زمین، خورشید اور دیگر موجودات کے مقابلہ میں مستقل موجودات نہیں ہیں ورنہ یہ دونوں بھی دنیا کی گونا گوں موجودات میں سے دو موجود ہیں۔

الہی: ہمارا مقصد ان دونوں کے موجود کا وجود ہے، نہ کہ ان کے وجود کی کیفیت،! فرمائیے ان دونوں موجود کا کوئی آغاز ہے یا نہیں؟

بسطامی: اگر میں کہوں نہ کیا ہوگا؟

الہی: شوق سے، آپ کو اپنی زبان کا اختیار ہے، لیکن آپ سے پوچھتے ہوں یہ شب و روز ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوئے ہیں یا ممکن ہے ایک وقت میں ایک افق میں اور جگہ روز و شب دونوں ہوں۔

[°]۔ یہ استدلال بھی مادہ پرستوں سے رسول خدا کے مناظرہ میں نظر آتا ہے۔

بسطامی: یقیناً ایک دوسرے کے بعد ہیں۔

الہی: مثلاً آج کل رات کے بعد وجود میں آیا یعنی کل رات کے زائل ہونے کے بعد، آج وجود میں آیا ہے آج رات بھی آج دن کے زوال کے بعد وجود میں آئے گی۔

بسطامی اور تمامی حاضرین: بالکل واضح ہے، یہ آپ کے سوالات نہایت حیرت انگیز ہیں۔

الہی: بنا بر ایں شب و روز، دن اور راتیں دونوں حادث ہیں تمام راتیں اور دن سابقہ عدم سے متصف تھے اور ہیں، لہذا سب کا آغاز ہے۔

حاضرین: نہیں! کس طرح! کیا فرمایا! ہم نہیں سمجھے۔

ڈاکٹر پارسا: حضرات ہرگز پریشان نہ ہوں، حادث شب و روز کے افراد ہیں، لیکن شب و روز کا مجموعہ اس کا آغاز نہیں ہے اور لا محدود ہے۔

الہی: اس اعتراض کا جواب گفتگو کے آغاز میں تفصیل سے سن چکے ہیں اور تکرار کی گنجائش نہیں ہے لیکن پھر بھی دوسری بار تکرار کر رہا ہوں۔

روز و شب کے افراد کا مجموعہ کیا ایک ایک رات اور دن کے علاوہ ہے؟ "چاہے سو روپیہ کہیں یا سو عدد کہیں ایک روپیہ کہیں"؛ کوئی فرق نہیں ہے عبارت اور الفاظ کی تبدیلی سے معنی و مقدار میحں کوئی تبدیلی تھوڑی آتی ہے۔

حضرات آپ نے ہی تصدیق کی ہے تمامی افراد روز و شب حادث ہیں؛ بنا بر ایں ان کا مجموعہ بھی وہی ہے جس میں کسی طرح کا کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ افراد کے مجموعہ میں افراد سے زیادہ تو کچھ نہیں ہے، حادث ہے بالفرض تسلیم کیا کہ ان افراد کا مجموعہ لا محدود و لامتناہی ہے، اس صورت میں کہ ان سب کا آغاز ہے آپ لا متناہی فرض کر کے کیا نتیجہ اخذ کر رہے ہیں ؟ اور پھر جیسا کہ آغاز گفتگو میں کہا تھا یہی آغاز رکھنا لا متناہی ہونے کے فرض کو باطل کرتا ہے خلاصہ یہ تمام رشتہ سراسر حادث ہیں، کیوں کہ کوئی ایسی فرد جس کا آغاز نہ ہو یہاں پر موجود نہیں ہے۔

ڈاکٹر پارسا: حضرات لگتا ہے تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے!

انجینئر ہومان: اتنی جلدی کیوں تسلیم ہو رہے ہیں۔

نہیں جناب! ہم فرض کر رہے ہیں ان شب و روز سے پہلے شب ازلی موجود تھی اور جب سے زمین نے خورشید کے گرد گردش کرنا شروع کیا یہ شب و روز حادث ہوئے اور وجود میں آئے۔

الہی: ہمارا سوال انہیں شب وروز کے بارے میں تھا جو گردش امین کے نتیجہ میں وجود میں آتے ہیں؛ بنا بر این زمین کی یہ گردش اس کا بھی آغاز ہے ؛ رہی شب ازلی کی بات جسے آپ نے اس سے پہلے فرض کیا برای مہربانی بیان فرمائیے کہ وہ شب بھی دوسری شبوں کی طرح ساعات و لحظات سے مرکب تھی؟

ہومان: ہاں ایسا ہی ہے۔

الہی: نتیجہ میں اگر اس سو ساعات کا اضافہ ہو جائے کیا وہ شب سو ساعت کے علاوہ ازلی ہے؟ اور اگر سو ساعت اس میں سے کم کر دیں منہائے سو ساعت ازلیت ہے؟

انجینئر ہومان: ہاں دونوں حالتیں صحیح ہیں، اس میں تو کوئی تردید نہیں ہے۔

الہی: یہ کون سا موجود ازلی ہے جس میں کم اور زیادہ کرنے کی گنجائےش ہے؟آپ کی یہ فرضی شب اگر اس کا آغاز ہوتا تو کیا پھر بھی ازلی ہوتی؟

ہومان: ہاں ایسا ہوتا، کیا فرق ہے؟

الہی: کیا ازلی اور حادث میں کوئی فرق نہیں ہے؟ مثلاً یہ کہ آپ نے اس شب طولانی کے بارے میں، لفظ ازلی سے، معنائے حادث کا ارادہ کیا ہے۔ چار و ناچار ایسا ہی ہونا چاہئے! فرمائیے یہ شب بھی دوسری شبوں اور روز کی طرح سکنڈ، منٹ اور گھنٹہ سے مرکب ہے، یا مافوق زمان ہے۔

ہومان: اس سے پیش تر عرض کیا کہ، زمانوں سے مرکب ہے۔

الہی: خود لحظات و ساعات اور دوسرے اجزائے زمان کہ محدود ہیں ان کا آغاز و انجام ہے، ناگزیر ان زمانوں کا مجموعہ بھی جس قدر بھی ہو، محدود ہے اور آغاز و انجام رکھتا ہےبرای مہربانی دقت کریں کہ گذشتہ اعتراضات کی تکرار نہ ہو۔

ڈاکٹر راجہ: تسلیم کہ تمام شب و روز سابقہ عدم رکھتے ہیں۔ اس سے آپ کیا نتیجہ بر آمد کرتے ہیں؟

الہی: اول یہ کہ روشن گواہ ہے اس بات پر کہ ہم موجودہ شب و روز کے نمونوں سے تمام گذشتہ شب و روز کے حادث ہونے کا علم حاصل کر سکتے ہیں با وجودیکہ ان کو نہیں دیکھا، اور اصولاً لاکھوں اور کروڑوں شب و روز اس دنیا میں گذر چکے ہیں اور ہم نے ان میں کسی کو بھی قطعاًنہیں دیکھا، یہاں پر ڈاکٹر پارسا[6] کے سوال کا جواب روشن ہوتا ہے کہ: حدوث عالم کو قبول کرنا اس بات میں منحصر نہیں ہے کہ اس کے حادث ہونے کو آغاز میں دیکھا ہو بلکہ دنیا کی موجودہ صورت حال پوری دنیا کے حادث ہونے پر ایک روشن گواہ ہے[7]۔

پروفیسر ریچرڈ: جو زبان فارسی سے آشنا تھے انہوں نے اظہار کیا کہ جناب عالی: شب و روز، زمین، خورشید، کہکشائیں اور تمام موجودہ آسمانی اور زمینی موجودات، سب کے سب حادث ہیں۔لیکن مادہ اولی کہ یہ گونا گوں نقوش شکلیں اس سے حادث ہوئیں ہیں ، ازلی و بے آغاز ہے[8]۔

الہی: ہم خواص مادہ سے از لحاظ سے کہ مادہ ہے۔ کسی اور رخ سے نہیں۔ بخوبی اس کے حدود کو سمجھ سکتے ہیں مادہ کی مختلف شکلیں چند رخ سے، اور اصل مادہ بھی دوسری علامتوں کے اعتبارسے بلا تردید حادث ہے، آغاز رکھتا ہے اور اس کا انجام بھی ہے۔

جناب پروفیسر صاحب آپ سے سوال ہے: مادہ اس کی توجیہ و تفسیر چاہے جس معنی میں کریں ہمیشہ زمانہ کے ہم دوش و ہمرکاب تھا یا زمانہ سے پہلے بھی موجود تھا؟

پروفیسر ریچرڈ: زمانہ کہ حقیقت گونا گوں حالات اور دیگر گونی مادہ علاوہ اورکچھ نہیں ہے؛ مادہ کسی وقت بھی حرکت اور نشیب و فراز سے آسودہ نہیں تھا اور زمانہ بھی اسی دیگر گونی کی پیدا وار ہے۔

---

[6]۔ متن اعتراض: افراد محدود ہیں لیکن ان کا مجموعہ لا محدود ہے
۱۔ موصوف نے اعتراض کیا تھا: کہ ہم نے حدوث عالم کو نہیں دیکھا کس طرح اس کا اعتبار کریں؟!
[7]۔ مادہ پرستوں کے مقابلہ میں رسول خدا کے استدلال کا بقیہ حصہ۔
[8]۔ مادہ اولی کے بارے میں آیت " و کان عرشہ علی الماء" (ہود: ۷) کہ ذیل میں کتاب ستارگان از دیدگاہ قرآن" میں تفصیل سے گفتگوکی گئی ہے اور "تفسیر الفرقان میں اس سے زیادہ تفصیل سے بحث ہوئی ہے"۔

اگر چہ سطحی اور عامیانہ نگاہ سے زمانہ کا شب و روز سے چلتا ہےلیکن حقیقت میں شب وروز سے پہلے جو حرکات زمین اور ---- کا نتیجہ ہے، اور زمین کے زمین ہونے اور آسمان اور ستاروں کی تشکیل سے پہلے، اس وقت جبکہ (اتر یا خلا یا کوئی بھی نام دیں) صرف ایک یکنو رخت مادہ تھا اور بس؛ زمانہ بھی اس مادہ کے ہمدوش اور اس کی داخلی اور خارجی دگر گونیوں کی پیدا وار تھا؛ اور جو کچھ عرض کیا اس کے پیش نظر، جناب عالی کی فرمائش کہ" کیا مادہ زمانہ سے پہلے تھا؟" بے مورد ہے؛ اور صریحاً عرض کر رہا ہوں کہ جس طرح مادہ ازلی اور بے آغاز ہے زمانہ بھی بے آغاز اور ازلی ہے۔

الہی: بہت اچھا؛ پروفسر صاحب کا اپنی وسیع اطلاعات پیش کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے مادہ اور زمانہ کے بارے میں بہت واضح گفتگو کی، اجازت ہو تو آپ کی فرمائشات کے نتیجہ کی وضاحت کروں:

زمانہ =مادہ

مادہ = زمانہ

یہ دونوں برابر کہ عمر میں برابر ہیں، حادث ہیں، ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں اور بے آغاز (ازلی) ہونے کے فرض کے ساتھ بے آغازی (ازلیت) میں بھی برابر ہیں اور عمر میں کوئی ایک دوسرے سے کم و زیادہ نہیں ہے۔

پروفیسر صاحب اجازت دیں اسی وقت زمانہ کے بارے میں جو مادہ کی ایک روشن علامت ہے گفتگو کریں؟

ریچرڈ: آپ نے میری مراد کو خوب سمجھا ہے، اپنی گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھئیے۔

"زمانہ" یا ازلیت مادہ کی شکست کا پہلا میدان۔

الہی: خود زمانہ جس کی دوسری تعبیر دگر گونی ہے اصل مادہ کے آغاز کی قاطع اور روشن علامت اور نشانی ہے۔

جناب پروفیسر ! حضرات محترم!کیا زمانہ آنات اور لحظات (سکنڈوں اور منٹوں) سے مرکب نہیں ہے۔

ریچرڈ: یقیناً ایسا ہی ہے۔

الہی: کیا ممکن ہے زمانہ کے سارے لحظات و آنات، ایک جگہ اور ایک حال میں جمع ہوں یا یہ کہ ہر آن دوسرے آن کے بعد، یعنی اس سے پہلے والے آن کے زائل اور نابود ہونے کے بعد ظاہر ہو تا ہے؟

ریچرڈ: واضح ہے کہ ہر آنے والا لحظہ پہلے والےلحظہ کے زائل ہونے کے بعد وجود میں آتا ہے اور اصولاً زمانہ ایک پائدار موجود نہیں ہے اور صرف مادہ کی علامت ہے جو ہمشہ بدلتا رہتا ہے۔

الہی: بنا بر ایں خود آپ نے اعتراف کیا ہے کہ تمام لحظات زمانہ، حادث ہیں؛ بنا بر ایں مادہ بھی کہ بھائی اور زمانہ کا برابر کا شریک ہے۔ حادث ہوگا؛ کیوں کہ ایسا کسی وقت نہ تھا کہ مادہ ہو اور اس کے ہمراہ زمانہ نہ ہو، لہذا زمانہ مساوی مادہ ہے ، پروفیسر ریچرڈ نے جب خود کو مشکلوں میں دیکھا اور ان کو راستہ مسدود نظر آیا اور لحظات زمانہ کا اس کے مجموعہ سے تفاوت کا خیالی ہونا بھی بارہا حاضرین کے گوشزد ہو چکا تھا، اظہار کیا کہ ہمیں مادہ کے جڑوا بھائی -زمانہ- سے کوئی سرو کار نہیں بہتر یہ ہے کہ خود مادہ کے بارے میں گفتگو کریں "۔

الہی: اگر چہ مجھے منظور ہے کہ میں آپ کے گام بہ گام گفتگو کو آگے بڑھاؤں، لیکن آپ کی بات دلیل سے فرار کے حکم میں ہے، فی الوقت زمانہ کی رہنمائی سے مادہ اولی کا حادث ہونا معلوم ہوا، اب ہم اس دلیل سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ کے عذر کو قبول کرتے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ مادہ تعریف و تفسیر بیان کریں۔

پروفیسر ریچرڈ جو البرٹ انیشتین کے شاگرد اور اس کے نظریات کے شیفتہ تھے، کہا: "ہمارے استاد کے نظریہ کے مطابق، مادہ یعنی حرکت اور دوسرے الفاظ میں انرژی مادہ کی ذخیرہ اندوزی اور اس کا باہم اتصال، قوت و انرجی کی فشردگی اور جمع ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہے"۔

"حرکت" یا ازلیت مادہ کی شکست کا دوسرا میدان

الہی: پروفیسر صاحب کا بہت بہت شکریہ کہ مادہ کے جڑواں بھائی سے صرف نظر کرتے ہوئے دوسرا بھائی کا جو جز ذات اور عین واقعیت مادہ ہے، ہم

سے تعارف کرایا، اس بار دوسرا قدم اٹھاتے (ازلیت مادہ اور اس کے بے آغاز ہونے کی نفی) کے لئے راستہ آسان ہو گیا۔

جناب پروفیسر! حرکت جو عین مادہ ہے ثابت ہے یا متغیر ہے؟

پروفیسر: حرکت مادہ میں ثابت ہوتی ہے، یعنی دائمی ہے! مادہ بلا حرکت کے کسی وقت بھی معنی، مفہوم اور واقعیت نہیں رکھتا جیسے کہ کوئی چیز اپنے بغیر ہستی نہیں رکھتی؛ لیکن خود حرکت دگر گونی سے عبارت ہے۔

الہی: اجازت فرمائیں اس لئے کہ تمام حاضرین بخوبی ہماری باتوں کو سمجھیں، ھرکت اور اس کے اقسام کے بارے میں مزید توضیح دوں

پروفیسر ریچرڈ اور دوسرے حاضرین: شکریہ، فرمائیے۔

الہی: حرکت جا بجا ہونے کے معنی میں اور نتیجہ میں موجود متحرک کی دگر گونی ہےخواہ دیدنی ہو، خواہ نا دیدنی، چشم مسلح سے ہو یا غیر مسلح سے ہو مثلاً

١۔ بندوق کی گولی کی حرکت کہ رہا ہوتی ہے، دیدنی ہے۔

٢۔ لیکن تخم کی حرکت شگوفائی اور کونپل نکالنے میں اور شاخ و برگ ، تنا اور میوہ دینے میں اور سیب کی حرکت سبزی سے زردی اور سرخی کی طرف اور اسی طرح دوسری مادی حرکات نا دیدنی ہیں۔

٣۔ مولکلوں کی حرکت بھی جن سے اجسام کی تشکیل ہوتی ہے، نادیدنی ہے۔

۴۔ اسی طرح ایٹم کی اندرونی حرکت اور الکٹرون کی پروٹون کے گرد حرکت بھی نادیدنی ہے۔

حرکت کی آخری تین قسمیں (۴/٣/٢ مثالیں) دیدنی نہیں ہیں اگر چہ پہلی تین قسموں میں (٣/٢/١) امکان وقفہ ہے اس طرح سے کہ :

١۔ گولی کو کسی مانع کا سامنا ہو یا نشانہ پر لگے، یا اپنی آخری قوت کو مصرف کر کے اور بروئے کار لا کر متوقف ہو جائے۔

٢۔ تخم وغیرہ بھی مراحل کمال کو طے کرنے سے پہلے یا اس کے بعد متوقف ہو جاتا ہے ۔

۳۔ مولکول (ذرات) ۔ نسبی طور پر۔ اپنی حرکات بند کر دیں کہ اس صورت میں حالت حرارت جسم کمترین حد ممکن پر پہونچ جاتی ہے اور سردی مطلق اس کا احاطہ کر لیتی ہے اور اصطلاح میں کہتے ہیں درجہ حرارت۲۷۳/ درجہ سینٹی گریڈ زیر صفر ہے۔ یہ موجود فیزیکی اس بات کا مؤید ہے کہ حرارت جسم تشکیل دینے والے مولکولوں (ذرات) کی حرکت سے تولید ہوتی ہے؛ جس قدر حرکت زیادہ اور سریع تر ہوں گی حرارت بھی اسی اندازہ شدید تر ہوگی! اور جس قدر کمتر ہوگی حرارت کم ہوتی جاتی ہے؟ یہاں تک کہ مولکولوں (ذرات) نسبتاً حرکت کرنا بند کر دیتے ہیں اور جسم حرارت سے خالی اور سرد ہو جاتا ہے لیکن ایٹم کی اندرونی ساخت میں وقفہ بالخصوص نظریہ انشتین کے مطابق، ممکن نہیں ہے اور جس طرح اجسام کے ذرات کی حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے پروٹون کے گرد الکٹرون کی ایک سکنڈ میں پچاس ہزار بار حرکت سے بھی ایٹم کی موجودیت برقرار ہے، اور اس صورت میں اگر ایٹم سے حرکت کو نکال لیا جائے ایٹم ایٹم نہ رہ جائے گا۔ میری بات درست ہے؟

پروفیسر اور حاضرین: بہت اچھی وضاحت فرمائی، بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ جیسے علماء اس طرح کی وسیع اطلاعات رکھتے ہیں۔

الہی: ہم حرکت کی تمام قسموں سے کہ ہر ایک موجود متحرک کے حادث ہونے پر گواہ ہے چشم پوشی کرتے ہیں اور ایٹم کی ساخت کی اندرونی حرکات کو نظر میں رکھتے ہیں جو جہان کو تشکیل دینے والے تمام ۔ اصی و فرعی۔ موارد کو بلا استثناء شامل ہے۔

پروفیسر: اس بارے میں انشتین کا نظریہ پروٹون کے گرد الکٹرون کے گرد حرکت میں منحصر نہیں ہے؛ بلکہ اگر ایٹم الکٹرون، پروٹون اور نوٹرون کے علاوہ دوسرے اجزاء پر بھی مشتمل ہو، خود ان اجزاء کی موجودیت بھی قوت (انرژی) و حرکت کے ایک جمع ہونے سے ہے۔

الہی: خواہ یہ خواہ وہ، آخر کار ایٹم کسی وقت بھی حرکات داخلی سے آسودہ نہیں ہے، ایٹم کی داخلی ساخت سے جس طرح کی حرکت ہم نے دریافت کی علم نے بھی اس کو ہمارے لئے کشف کیا ہے، ان حرکات کی راہ سے ایٹم کی حالت کو پوچھتے ہیں اور بے آغازی (ازلیت) یا اس کے حادث ہونے کو کس ذریعہ سمجھتے ہیں۔

پروفیسر، ڈاکٹر اور انجینئر حضرات! خوشی کی بات ہے کہ دانش وران علوم مادی ہماری مجلس میں جمع ہیں۔

آپ سب سے پوچھتے ہیں: کیا پروٹوں کے گرد الکٹرون کی حرکت بے آغاز اور ازلی ہے؟

پروفیسر: بالکل واضح ہے کہ اگر مادہ ازلی ہو مادہ کی تمام ذاتیات بھی دائمی اور بے آغاز ہوں گی؛ منجملہ حرکت جو استاد (انشتین) کے نظریہ کے مطابق موجودیت مادہ کی اساس ہے۔

الہی: الکٹرون ہر بار کہ پروٹون کے گرد گردش کرتا ہے، پہلے کی گردش کو بھی ہمراہ رکھتا ہےیا پہلے دور کے ختم ہونے کے بعد دوسرے دور کی گردش کا آغاز کرتا ہے؟

پروفیسر: یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ یقیناً پہلے دور کے خاتمہ کے بعد بعد والا دور وجود میں آتا ہے؛ جیسے خورشید کے گرد زمین کی حرکت کہ اس کا ہر دور ایک برس پر محیط ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ یہ سال پارسال کے علاوہ اور پارسال کے خاتمہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔

الکٹرونی سیارات بھی اپنے پروٹونی خورشید کے گرد ہر گردش میں اپنی عمر کا ایک برس پورا کرتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ یہ گردش ایک سیکینڈ میں پچاس ہزار بار تکرار ہوتی ہے کہنا چاہیئے:

الکٹرونی پچاس ہزار برس، زمینی ایک ثانیہ ہے[۹]۔

الہی: جناب عالی کی باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ الکٹرون کی گردش مانند گردش زمین آغاز رکھتی ہے اور اسی حساب سے ایٹم کی ساخت کا بھی آغاز ہے۔

پروفیسر: گردش کے آغاز رکھنے کا گردش دینے والے کے آغاز سے کیا تعلق ہے ؟کیا یہی ہماری زمین نہیں ہے کہ ایک وقت منظم حرکت نہ رکھتی تھی اور حرکات کا آغاز کیا جو روز و شب کی نشانی ہے؟

الہی: جو نتیجہ اخذ کیا وہ آپ ہی کی باتوں سے اخذ کیا ہے کہ ایٹم اور مادہ، یعنی حرکت، اور یہ ہماہنگی اگر چہ زمین اور اس کی حرکات میں نہ تھی لیکن ایٹم

---

[۹]۔ کتاب "ستارگان از دیدگاہ قرآن" سے احتمالات شش گانہ روز مٰیں اس نکتہ کو بیان کیا ہے۔

میں مطابق فرض، ایسا ہے؛ بنا بر این زمین کی عمر روز و شب کے وجود میں آنے اورظاہر ہونے سے یکساں نہیں ہے، کیوں کہ ایٹم کی طرح نہیں ہے[10]۔ لیکن ایٹم کی عمر اس کی داخلی ساخت کی حرکات سے نہ تنہا یکساں ہے، بلکہ انشتین کے نظریہ کے مطابق بعینہ ایک دوسرے کی طرح ہیں۔

ریچرڈ: ٹھیک ہے تسلیم کیا؛ س ہماہنگی سے موضوع بحث کے لئے آپ کون سا نتیجہ نکال سکتے ہیں؟

الہی: آپ نے تسلیم کیا کہ الکٹرون پروٹون کے گرد جو گردش بھی کرتا ہے وہ پہلی والی گردش تمام ہونے کے بعد ہے؛ بنا بر این تمام الکٹرونی گردشیں حادث ہیں۔ آغاز و انجام رکھتی ہیں، اور اس مبنی پر خود ایٹم بھی سب کے سب آغاز رکھتے ہیں۔

پروفیسر ژاک: چانکہ میرے دوست اور ہم پیشہ پروفیسر ریچرڈ خستہ ہو چکے ہیں، اجازت چاہتا ہوں کہ ان کی گفتگو کے سلسلہ کو آگے بڑھاؤں جناب عالی ساری الکٹرونی گردشیں حادث ہیں اس کا ایٹم کے اجزاء کے حادث ہانے سے کیا ربط ہے؟ کیا معنی ہیں کہ خود ایٹم ازلی اور بے آغاز ہو لیکن اس کے داخلی حرکات آغاز رکھتی ہوں؟

الہی: آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کسی وقت ایٹم داخلی حرکات سے سکون میں رہا ہے ؟ مثلاً ازل سے اس میں کوئی حرکت نہ تھی اور اس کے بعد حرکت میں آیا ہے۔

پروفیسر ژاک: نہ جناب عالی! ہرگز! اصولاً مادہ کی بجز حرکت کوئی واقعیت نہیں ہے۔

الہی: بنا بر این ایٹم کی بجز حادث ہونے اور آغاز رکھنے کے کوئی واقعیت نہیں ہے۔

آغاز ایٹم =آغاز حرکت

شکل بالا، ایٹم کی حرکت سے ہم آہنگی کی ایک علامت ہے، یہ دونوں کا ایک ثانیہ بھی ہے اور حسب فرض ایک دوسرے سے کم و کاست نہیں رکھتے

---

[10]۔ چونکہ روز و ش کو وجود عطا کرنے والی حرکات ابتدا سے زمین کے لئے نہ تھی بر خلاف ایٹم کہ اس کی موجودیت حرکت کے برابر ہے۔

دونوں پر ایک ہی حکم جاری ہے اور عمر کے لحاظ سے مساوی ہیں، ان دونوں کے ہما ہنگی کی علامت دو متوازی ہینمثلاً یہ کہو کہ فلاں تاجر کا سرمایہ دس لاکھ ہے اور میرا سرمایہ بے کم و کاست اس کے برابر ہے، کیا اس صورت میں جھوٹ نہیں ہے کہ کہو: میرے پاس اس سے ایک لاکھ کم یا بے انتہا اس سے زیادہ ہے "؟

پروفیسر ژاک: اس طرح کی حرکت کے حادث ہونے کی طرف لوٹتے ہیننہ جناب عالی!ایٹم کی داخلی حرکات یکا یک حادث ہیں لیکن ان کا مجموعہ بے نہایت اور آغاز نہیں رکھتا۔

الہی: یہ چوتھی مرتبہ ہے کہ یہ بات مختلف تعبیروں میں تکرار ہو رہی ہے ؛ آخری بارچند مثال کے ذریعہ اس اعتراض کی تکرار کا سد باب کرتا ہوں:

ایک صفر عدد نہیں ہے، دو صفر بھی عدد نہیں ہے، تین، چار اور ---- نہایت صفر بھی عدد نہیں ہو سکتے ایک شب روشن نہیں ہے دو شب اور بفرض حال بے نہایت شب بھی رحادثوشن نہ ہوگی، الکٹرون کی گردشیں بھی ہر چند زیادہ ہوں موجود حادث کے علاوہ کچھ نہیں۔ امید کرتا ہوں کہ مزید دقت فرمائیں گے تاکہ یہ بے بنیاد اعتراض کی اب تکرار نہ ہو (حاضرین کی تائید)

الہی: اجازت دیں اس کے بعد حرکت ایٹم کی عبارت کی جگہ ایٹم کے حادث ہونے کی تعبیر کا سہارا لیں۔

ایٹم =حرکت =حادث

جب بات یہاں تک پہونچی تو تمام حاضرین ے چہروں پر محکومیت اور مغلوبیت کے آثار نمایاں ہوئے، لیکن پروفیسر آلن نے ایک نئے جملہ سے گویا حاضرین کو ایک نئی قوت بخشی، فرمایا: جناب عالی! انشتین نے ایک نظریہ پیش کیا لیکن سارے دانشوروں نے اس کو قبول نہیں کیا؛ میں کہتا ہوں ان کا نظریہ مادہ کے بارے میں نہ تنہا نادر ہے بلکہ نا مفہوم ہے، "ہر حرکت کے لئے ایک محرک ضروری ہے" یعنی کیا؟مادہ کی حرکت کے علاوہ کوئی واقعیت نہیں ہے مادہ الکٹرون، پروٹون اور --- سے ہے اور یہ حرکت سے باز نہیں آتا۔

الہی: اس سے صرف نظر کہ انشتین کے نظریہ میں درست دقت نہیں فرمائی اور اس دانش مند کی طرف اس بارے میں انکار یا واضحات کو نہ سمجھنے کی نسبت دی، آپ سے سوال ہے مادہ کے بارے میں جناب عالی کے مفروضہ کے

مطابق جو آپ کے لئے انشتین کے نظریہ سے زیادہ سادہ اور مفہوم ہے، اگر الکٹرون حرکت سے باز آ جائے کیا ہوگا؟

آلن: حرکت ذات ایٹم کا لازمہ ہے، وقفہ الکٹرون اور ایٹم کے اندر سکون مطلق اس کے اصل کی نابودی کے برابر ہے ؛ ایٹم حرکت کے بغیر یعنی ایٹم ایٹم کے بغیر۔

الہی: جناب پروفیسر اور حضرات محترم! کیا کوئی دانشور اس بات کا مخالف ہے؟

پروفیسر آلن: ریچرڈ، ژاک و --- اس قدر کہ جائے انکار نہیں ہے سب اس بات پر متفق ہیں کہ ایٹم حرکت کے بغیر ایسے ہے جیسے ایٹم ایٹم کے بغیر ہے۔ایٹم تمام انواع حرکت سے ہرگزباز نہیں آ سکتا ورنہ عدم سے ہمکنار ہو جائے۔

الہی:بنا بر این، حرکت کا حادث ہونا اور آغاز رکھنا ایٹم کے آغاز رکھنے اور حادث ہونے سے جنم لے گا، کیوں کہ سب معترف ہیں کہ یہ دونوں برابر، مادہ و زمانہ کی طرح توام ، جڑواں اور ہمزاد ہیں۔

خواہ یہ خواہ وہ! خواہ حرکت عین ذات ایٹم ہو خواہ اس جدائی ناپذیر لازمہ، ہر صورت ایٹم کے حادث ہونے کو نمایاں کرتا ہے۔

ڈاکٹرپایدار جو مادیین کے رہبراور فلسفہ مادی کے سخت طرفداروں میں سے تھے گویا مرتب ہماری گفتگو سے آگاہی پاتے تھے اور اب جب گفتگو بہت حساس اور باریک موڑ پر پہونچی تو اپنے حضور کو ضروری سمجھا اور بلا مقدمہ وارد جلسہ ہوئے اور کہا: "بحث کہاں تک پہونچی ہے"۔ ان کے لئے وضاحت کی گئی موصوف نے اظہار کیا : کیا جناب الہی کی دلیل تنہا ان کے نظریات اور اقوال کے قابلہ میں ہے۔

جس کے موجودہ اور گذشتہ دانشور مادہ کے بارے میں قائل ہیں، یا اگر مفروضہ بھی سامنے آئے کہ کسی نے نہیں کہا لیکن عقلی اعتبار سے محال نہیں ہے، اس کے مقابلہ میں بھی پائداری و استقامت کر سکتے ہیں؟

الہی: خدا پرستوں کی دلیل ، ان کے خدا کی پیروی بے نہایت ہے اور اس کی بنیاد مفروضوں اور محدود انکار پر نہیں ہےبلکہ ہر مفروضہ اور احتمال کے

مقابلہ میں کہ انکار خالق کے لئے راستہ ہموار کرے، بکمال قدرت و متانت پائداری کرتی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب اگر کوئی نئی بات کہنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ فرمائیے۔

ڈاکٹر پائدار: قبل اس کے کہ مادہ کے بارے میں تیسرے احتمالی فرض کو ذکر کروں، جناب عالی موجود اور گذشتہ مفروضوں کے مطابق (ایٹم کسی وقت بھی حرکت سے آسودہ نہیں رہا) اپنے استدلال کے سلسلہ کو بیان فرمائیے۔

الہی: جو کچھ گذر چکا اس سے ایسا لگتا ہےکہ مادہ اولیہ جہان آگاز رکھتا ہے اور جہان کے گونا گوں ایٹم اور شاید ایٹم کو تشکیل دینے والے اجزاء بھی مادہ سے مرکب ہوئے ہیں؛ مثلاً ہائیڈروجن، ایک الکٹرون، ایک پروٹون اور نوٹرون و پوزیترون و--- سے مرکب ہے۔ اسی طرح ذرات اجسام اور مختلف عناصر، مختلف اجزاء کے پیوند سے با اختلاف تعداد اور فاصلہ سے وجود میں آئے ہیں[۱۱]۔

خلاصہ یہ کہ یہ رنگا رنگ فرزند، اپنی پہلی ماں کے ساتھ آغاز رکھتے ہیں؛ ایک وقت میں نہ تھے پھر بعد میں وجود میں آئے ہیں۔

کوئی بھی مادہ پوری دنیا میں نہ ملے گا جو اس قانون سے، کہ ذاتی اور مادہ سے علیحدہ ہو مستثنی نہ ملے گا۔

جیسے کہ ۲ ×۲ کلی طور پر چار کے مساوی ہے؛ معدود ، جو کچھ جس کے پاس، جس جگہ اور جس زمانہ میں بھی ہو، یہ قانون (۴=۲ × ۲) اس بارے میں کسی صورت استثناء پذیر نہیں ہے، مادہ بھی؛ خواہ جہاں مادہ کی ماں خواہ اس کی اولادیں جس زمان و مکان میں بھی ہوں سب آغاز رکھنے میں مساوی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! اب بیان فرمائیے کہ کس نے اور کس طاقت نے اصل و فرع مادہ کو پیدا کیا ہے اور ان کو متحرک کیا ہے؟

ڈاکٹر پائدار: یہ طبیعت ہے، جس نے تمام حوادث و موجودات کو اپنی زوال قوت سے پیدا کیا ۔

الہی: دو حال سے خارج نہیں ہے؛ یا یہ طبیعت مادہ کی سنخ اور جنس سے ہے اور مادی ہے، یا ماوراء مادہ یعنی غیر مادی ہے؟

---

[۱۱]۔

پائدار: ماوراء مادہ (غیر مادی) یعنی اور عدم اور نابودی، جناب عالی! بلا تردید طبیعت مادی ہے۔

الہی: پہلی بات یہ کہ فرمایا، وجود مادہ میں منحصر ہے اور غیر مادی کو "عدم" جانا ہے، آغاز گفتگو میں تفصیل سے گذر چکا ہے کہ یہ بے بنیاد بات ہے اور اس کی دلیل نہ پانے اور نہ جاننے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ یقیناً مادہ وجود رکھتا ہے؛ لیکن ہر موجود مادہ اور مادی نہیں ہے۔

لیکن یہ کہ طبیعت مادی ہے، ملحوظ رہے کہ آغاز سے ہم نے ہر مادہ کے بارے میں گفتگو کی ہے، خواہ مادہ موجد خواہ مادہ حادث؛ کوئی بھی موجود مادی مادہ کے کلی حکم سے یعنی آغاز رکھنے سے باہر نہیں ہے، جہاں کہیں بھی جاؤ آسمان کا یہی رنگ ہے مادہ کا حکم اور اثر نام کی تبدیلی سے دگر گون نہیں ہوتا۔

بنا بر ایں، جناب عالی کا کہنا کہ "طبیعت نے مادہ کو پیدا کیا ہے" اس کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ مادہ نے مادہ کو پیدا کیا ہے یعنی خود نے خود کو وجود عطا کیا ہے! جو حضرات آغاز گفتگو سے جلسہ میں حاضر رہیں ہیں بتائیں! کیا یہ بات صحیح ہے؟!

تمام حاضرین: کیسے ممکن ہے کہ کوئی چیز خود کو پیدا کرے!

پائدار: آپ کی کیا نظر ہے؟

الہی: چونکہ جانا کہ مادہ سراسر احتیاج اور آرکھتا ہے ناگزیر مادہ کا پیدا کرنے والا ماوراء مادہ کسی قوت میں منحصر ہوگا اور وہی جہان ہستی کا ازلی خالق و موجد ہے۔

پائدار: پہلی بات تو یہ ہے کہ میں صراحتاً کہوں کہ میری سمجھ سے باہر کہ کوئی چیز موجود ہو لیکن عالم مادہ سے باہر ہو اور ہر طرح کے خواص اور آثار مادہ سے الگ ہو۔

الہی: جس چیز کا وجود قطعی دلیل سے پائدار ہے، اب اس کی ضرورت نہیں کہ جناب پائدار و نا پائدار اس کی حقیقت کا ادراک کر سکیں یا نہ کر سکیں "سمجھ میں نہیں آتا" عدم کے علاوہ ہے اور "دریافت نہیں کر سکتا" "عدم اور نابودی" کے علاوہ ہے اصولاً بشر نے احساس مادی سے جن چیزوں کا ادراک کیا

ہے اس کے مقابلہ میں وہ چیزیں جن کا ادراک نہیں کیا ہے دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور اس کی نسبت لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ایک ہے۔ بشر نے عالم طبیعت پر حاکم لاکھوں مادی قوانین میں سے صرف قانون جاذبہ عمومی کو ۔ وہ بھی ایک محدود حد میں ۔ سمجھا ہے اور ان تمام علوم کی بنیاد اس پر رکھی ہے! بشر نے روشن ترین چیز جو دریافت کی ۔اس کے گمان کے مطابق۔ مواد محسوسہ ہے لیکن اسی مادہ کی حقیقت خلقت کے گونا گوں چہروں اور مول تول اور ذرات کی حقیقت کو بھی صحیح نہیں سمجھا اور ایٹم کی حقیقت کو بالکل ہی نہیں سمجھ سکتا،۔

اب یہ نادان انسان کس طرح خود کو حق دیتا ہے کہ خدا موجد (غیر مادی) کو نا پانے کے نتیجہ میں وہ بھی آلات و احساس مادی سے، حکم کرے کہ خدا نہیں ہے!

صرف اس وجہ سے کہ مادی حواس سے احساس نہیں ہوتا۔

جبکہ مادہ سنج ادراکات (حواس پنجگانہ) بہت سارے مادی حقائق کو محسوس کرنے سے عاجز ہیں؛ ماوراء مادہ تو دور کی بات ہے! اور باوجودیکہ ہر محسوس کے لئے ایک معین آلہ ہے کہ اس آلہ کے علاوہ کسی اور آلہ سے محسوس نہیں؛ مثلاً آنکھ یا ناک سے سننے کا کام نہیں لیا جا سکتا اور کان سے دیکھنا ممکن نہیں ہے اور حس لامسہ مثلاً (ہاتھ) سے چکھنے کا کام ممکن نہیں ہے لہذا اس بات کی امید کیوں کر کی جاتی ہے کہ خدائے نا مرئی دکھائی دے اور موجود ماوراء کا مادی آلات و وسائل سے ادراک ہو ایسا بالکل ممکن نہیں ہے، ذات اقدس الہی کسی صورت قابل ادراک نہیں "لا تدرکہ الابصار[۱۲]" چشم سر و سید، دیدہ عقل و ادراک اس کی ذات کی حقیقت معلوم کرنے سے عاجز و محروم ہے۔ اس حوالہ سے آغاز سخن میں بھی کچھ باتیں عرض کی تھیں اور آخر میں بھی کچھ دوسرے پہلوؤں سے گفتگو کریں گے۔

دیدے اس کا ادراک نہیں کر سکتے جبکہ وہ تمام دیدوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ وہی نہایت باریک بین نادیدنی اور بہت آگاہ ہے۔

پائدار: آپ گمان کرتے ہیں کہ ہم کو دھیرے دھیرے ماوراء مادہ کو قبول کرنے کی طرف لے آئے ہیں؟ ابھی آپ کے استدلال کی عمارت ایک احتمل سے

---

[۱۲]۔ انعام: ۱۰۳

ویران ہو رہی ہے۔ جناب عالی! مادہ اولیہ عالم، ازل سے موجود تھا اور یہ تنہا حرکات مادہ ہیں جو ازل کے بعد اور اس درمیان میں پیدا ہوئی ہیں۔

الہی: باوجودیکہ تمام دانشوروں کی نظر اس پندار کی مخالف ہے اور وہ مادہ سے قوت کی انباشتگی اور حرکت کے علاوہ کوئی اور تصور نہیں رکھتے ہیں اور بلا تردید اور معمولی اختلاف کے حرکت کو (کم از کم ایٹم کے اندر) لازمہ ذات اور موجودیت مادہ جانتے ہیں، ہم اس کے محال کو بھی جناب ڈاکٹر پائدار سے ہما ہنگی کی وجہ سے ممکن سمجھتے ہیں اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ حرکت اور قوت (انرجی) جس قوت مادہ میں پیدا ہوئی کس قوت نے اس کو پیدا کیا؟ ذات مادہ کے اندر سے؟ یا ذات مادہ کے باہر سے؟ یا کسی علت کے بغیر؟

پائدار: مثلاً ذات مادہ کے اندر سے؛ یعنی مادہ داخلی اور اس کے بعد خارجی ساخت نے خود جنبش و حرکت اور دگر گونی کی آمادگی اور اقتضاء رکھتا ہے اور پھر اپنے وقت پر حرکت کا آغاز کیا۔

الہی: کیا آمادگی آغاز و ازل سے مادہ کے ساتھ ساتھ تھی؟ یا وہ بھی خود حرکت کی طرح ازل کے بعد سے اور درمیان راہ وجود میں آئی ہے؟

ڈاکٹر صاحب: آپ نے اس فرض میں مادہ میں حرکت کو اقتضاء اور آمادگی جانا ہے، اقتضاء بھی ناگزیر ایک قدرت ہے جو کسی موجود کو وجود میں لانے کی توانائی سے سر شار ہے، اب ہم اپنے گذشتہ سوال کی اس موجد (اقتضاء) کے بارے میں تکرار کرتے ہیں "کود کہاں سے آیا ہے؟"

ڈاکٹر پائدار: بہتر یہ ہے کہ ہم خود حرکت کو مد نظر رکھیں ابھی اقتضاء سے کوئی سر و کار نہ رکھیں۔

الہی: یہ حرکت آپ کے فرض کے مطابق وقت معین میں ازل کے بعد کسی طاقت سے موجود کو وجود میں لائی ہے؟ اگر کہیں کہ وہ مادہ ہے، نتیجہ میں جس طرح آپ کے فرض کی رو سے، خود مادہ ازل سے تھا حرکت بھی جو اس کا مقتضی ہے، لازم ہے کہ ازل سے ہو۔ مگر یہ کہ مادہ کے لئے بھی عقل و اختیار تصور کیجئے کہ عقلاء کی طرح اپنے وقت میں حرکت کا آغاز کیا ہے!

پائدار: نہیں جناب عالی! مادہ عقل و شعور سے عاری ہے یہ مادہ کی دگر گونیاں ہیں جو قوت عقل و ادراک کو پیدا کرتی ہیں اور جنم دیتی ہیں۔

الہی: اس اصل کی رو سے نا گزیر مادہ کی حرکت ۔ جو آپ کے فرض کے مطابق ازل کے بعد شروع ہوئی ہے ۔ خود مادہ سے نہ تھی اور نا گزیر ماوراء مادہ سے ہے۔

پائدار: جناب عالی! عجلت نہ فرمائیں۔ یہ حرکات ازل کے بعد بحسب تصادف شروع ہوئی ہیں۔

الہی: آغاز گفتگو میں ایسی ہیی بات ہمارے درمیان ہوئی تھی۔ وہاں پر میں نے کہا تھا کہ تصادف کی بھی برگشت یا وجود کی طرف ہوتی ہے یا عدم کی طرف ہوتی ہے؛ تصادف یا طاقت ہے یا طاقت نہیں ہے؛ اگر طاقت ہو ۔ کہ وہ بھی مادی ہے ۔ ہمارا سوال اس کو بھی شامل ہوگا۔ اور اگر نہیں تو جائے گفتگو نہیں ہے؛ عدم سے وجود تھوڑی ظاہر ہوتا ہے۔ بات کے مزید روشن ہونے کے لئے کہنا چاہئے کہ تصادف دو مرحلوں میں نطر آتا ہے:

١۔ تصادف عالم کے وجود میں آنےمیں کہ اس کا غلط ہونا اس سے پہلے روشن ہوا۔

٢۔ تصادف دگر گونیوں میں جو کسی موجود میں پیش آتا ہے؛ کہ اس کے بارے میں بعد میں گفتگو کریں گے۔

"خدا کی جانب ، دوسرا قدم"

پائدار: تسلیم، آپ نے یہاں تک حرکات و اختلافات مادہ کو ماوراء مادہ موجود بتلایا ہے، کیا معلوم خود مادہ بھی اپنی حرکات کی طرح موجود (حادث) ہو، اور ازلی نہ ہو؟

الہی: اب تک تمام ہاضرین محترم نے تسلیم کیا ہے ایٹم کی تمام داخلی حرکات، ذرات اجسام اور جہان مادہ کی تمام دگر گونیاں ماوراء مادہ طاقت کا نتیجہ اور اس سے ماخوذ ہیں۔ اس وقت ماوراء مادہ ایک موجود ازلی آپ کے لئے ثابت ہوا (تصدیق و تشکر حاضرین)

اب ہم تمامی حضرات کے ساتھ دوسرے قدم کے تکمیل کے لئے آمادہ ہوتے ہیں!

اصل مادہ اور اس کی تمام دگر گونیاں اور شکلیں ماوراء مادہ سے ہیں اگر ڈاکٹر پارسا صاحب کو یاد ہو آغاز میں آپ سے موجود ازلی اور موجود حادث کے فرق کے بارے میں گفتگو کی تھی، آپ نے اس طرح وضاحت فرمائی تھی کہ : "ازلیت بے نیازی مطلق کے معنی میں کہ ہستی (وجود) اور کمالات و حالات ہستی (وجود) میں اپنے غیر کا محتاج نہ ہو اور جس موجود میں یہ شان نہ ہو حادث ہے اور اس کا ایک آغاز ہے "۔

میں نے عرض کیا تھا کہ جہان مادہ اور عالم طبیعت میں بے نیازی کے آثار آپ کو دکھائی دیتے ہیں؟ موصوف نے فرمایا کہ اس وقت گفتگو اجسام کے ذرات کے بارے میں ہونی چاہئے۔

اس وقت بہت مناسب جگہ ہے وہ گفتگو شروع کی جائے ، ڈاکٹر پارسا آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

ڈاکٹر پارسا: میں انکار نہیں کر سکتا کہ مادہ نیاز مند ہے، ڈاکٹر پائدار آپ کی کیا نظر ہے؟

ڈاکٹر پائدار: مادہ کی نیاز مندی دگر گونیوں میں منحصر ہے کہ ازل کے بعد سے اپنے غیر سے لیا ہے لیکن اصل ہستی (وجود) میں بالکل محتاج نہیں ہے۔

چار میدان میں ازلیت مادہ کی شکست

زمان، حرکت، تغییراور ترکیب

الہی: اگر چہ مادہ کی ازلیت اس سے پیش تر پہلی بار زمان کے میدان میں قطعی شکست سے رو برو ہوئی اور اس وقت بھی مادہ کے حوالہ سے تمام دانشوروں کے مفروضوں کے مطابق ۔ کہ حرکت، عین مادہ یا مادہ کی دائمی ہم ذات ہے۔ دوسری بار پہلی شکست سے صرف نظر، اپنی فرضی و ادعائی آخری رمق ازلیت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی ہے اور بنیاد وجود و ارکان اور اس کے سراسر وجود پر نیاز مندی کی مہر لگی ہوئی ہے؛ حضرات کو دوسرے دو میدانوں یعنی تغییر و حرکت میں بھی شکست کا انتظار کرنا چاہئے؛

لیکن ڈاکٹر پارسا کی ہمراہی کے لئے جو ایک جدید مفروضہ کی بنیا دپر جس کا پوری دنیائے علم میں کوئی طرف دار نہیں ہے کہ "حرکت مادہ میں ازل

کئے بعد اور بین راہ آغاز ہوئی ہے" اور انہوں نے اپنے آخری امکانات اور پائداری و استقامت کا حرکت کے میدان میں ازلیت مادہ کی تجدید حیات کے لئے مطاہرہ کیا ہے، خدا پرست افراد بھی اس خیالی مبنی پر حضرات کو جواب دینے کے لئے تیار ہیں لیکن اس بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے ڈاکٹر پارسا سے پوچھنا چاہئے کہ آپ نے اپنے اعتراض میں مادہ کی نیاز مندی اور ضرورت کو حرکت میں وہ بھی ازل کے بعد کیسے منحصر جانا ہے! جبکہ مادہ کے آغاز اور ضروت کی علامت و نشانی۔ جیسا کہ اشارہ ہوا۔ زمان، حرکت، تغییر اور ترکیب کا چار جانبہ حصار ہے؟۔

ڈاکٹر پارسا: اگر یہی بات جو میں نے حرکت مادہ کے بارے میں کہی ہے زمان کے بارے میں بھی کہوں جواب کیا ہے؟ جناب عالی جس طرح مادہ کی حرکت کا آغاز ازل کے بعد ہوا ناگزیر زمان بھی کہ حرکت مادہ کی علامت کے علاوہ کچھ نہیں ہے، ازل کے بعد اور حرکت کے ہم دوش و ہمراہ وجود میں آیا ہو؛ لیکن دو دوسری علامتیں کہ آپ کے ادعا کے مطابق تغییر و ترکیب ہیں، ابھی ان کے بارے میں گفتگو نہیں ہوئی ہے جو ان کے حوالہ سے نفی و اثبات ہو۔

الہی: بنا بر این اعتراف کرتے ہیں کہ زمان و حرکت دو جڑواں بھائی ہیں اور ان کا آغاز و انجام ایک ہے ۔ اس صورت میں چنانچہ دو میں سے ایک مثلاً زمان اس کی عمر مادہ کے مساوی اور برابر ہو، حرکت کا بھی یہی حکم ہوگا اور نتیجہ میں مادہ اور اس کے دو ظواہر حرکت اور زمان ضرورت و آغاز سے متصف ہوں گے؛

ڈاکٹر پارسا: صحیح ہے دلیل لائیے۔

الہی: اگر زمان، آغاز سے مادہ کے ساتھ نہ ہوتا اور حرکت کی طرح ازل کے بعد مثلاً ایک کروڑ برس پہلے اس کا آغاز ہوتا اور اس سے پہلے ازل تک زمان نہیں تھا، اس صورت میں آپ کو ماننا چاہئے کہ مادہ کی بقدر ازلیت ایک کروڑ برس کے علاوہ عمر ہے، کیا ایسا نہیں؟

ڈاکٹر پارسا: یقیناً، اس میں کوئی شک و تردید نہیں ہے۔

الہی: کیا مادہ کی عمر اس وقت کہ ازلیت ایک کروڑ برس کے علاوہ ہے اس وقت سے کہ ابھی زمان کی زبتدا نہ ہوئی تھی، یکساں ہے اور کوئی فرق نہیں ہے۔

ڈاکٹر پارسا: اس وقت ایک کروڑ برس زیادہ ہے۔

الہی: اگر ایک کروڑ برس، زمان کے فرضی آغاز سے پہلے، مادہ میں زمان پیدا ہوتا ہے، کیا اس کی عمر اس وقت ازلیت دو کروڑ برس کے علاوہ نہیں ہے۔

پائدار: یقیناً ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

الہی: یہ کون سی ازلیت ہے جو کمی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے بے آغاز و بے اندازہ لا محدود کہ کم و زیادہ نہیں ہوتا؛ کیوں کہ چنانچہ زمان کا کم اور زیادہ کرنا مادہ ازلی کی عمر میں اضافہ کا سبب ہو ایسی صورت میں مادہ کی پوری عمر اسی زمان کی سنخ سے ہوگی۔

مثلاً اگر کہا جائے سعید کے پاس ہزار ڈالر ہیں کیا ان ڈالروں کی تعداد اس میں دس روپیہ کا اضافہ کرنے سے ایک ہزار دس ڈالر ہو جائے گی اور اگر دس روپیہ ہندوستانی کو دوسری جگہ سو ہندوستانی روپئے سے کم دیں، کیا ان ڈالروں کی تعداد میں کمی ہو جائے گی۔

پائدار: بالکل نہیں! کسی چیز کے کم اور زیادہ ہونے میں اس کے ساتھ سنخیت اور ہم آہنگی شرط ہے؛ یعنی کمی اور زیادہ خود اسی چیز کی جنس سے ہو تاکہ اس میں کمی اور زیادتی کا پتہ چلے ۔

الہی: بنا بر ایں، مادہ کی عمر زمان کی سنخ سے ہے کہ بر حسب فرض اس وقت اس کی عمر ازلیت بعلاوہ ایک کروڑ یا دو کروڑ برس ہے۔

حضرات: کیا ایسا نہیں ہے

حاضرین: کیوں نہیں ایسا ہی ہے!

الہی: اور واضح عرض کروں؛ "زمان مادہ" کو ڈاکٹر پارسا کے فرض کے مطابق ازل کے بعد آغاز ہوا، بالکل اس عمر کی ہم سنخ ہے جو ازل سے اور زمان

سے پہلے تھی؛ بنا بر ایں، پوری عمر مادہ ایک سنخ سے ہے، اور اس اصل کی رو سے جس طرح کہ آغاز شدہ زمان کے لئے آغاز اور سابقہ عدم ہے۔

مادہ کی پوری عمر کو بھی ۔ آپ ازلی کے فرض کے مطابق ۔ آغاز اور سابقہ عدم ہوگا، اور نتیجہ اس طرح ہوگا:

مادہ =زمان =حرکت---> مادہ =حرکت

پائدار: نہیں! کیونکر ہوا! ایسا نہیں ہے! اصولاً قبول نہیں کہ ازلیت مادہ بعلاوہ ایک کروڑ برس، ازلیت منہائے ایک کروڑ سے زیادہ ہے۔

الہی: حضرات محترم! کیا صحیح ہے کہ ازلیت مادہ بعلاوہ ایک کروڑ، ازلیت مادہ بعلاوہ صفر کے برابر ہے؟ کیا ایک کروڑ مادہ کی عمر میں اضافہ نہیں کرتا؟ کیا صفر کے برابر ہے؟

پائدار: برای مہربانی مزید وضاحت فرمائیں۔

الہی: اپنی بات کی مزید وضاحت کے لئے ایک مثال کا سہارا لیتا ہوں: بالفرض جناب عالی کے پاس ایک تومانی ایرانی لا محدود سکہ ہیں، چنانچہ اس میں سے دس سکہ کم یا اس میں زیادہ کر دیئے جائیں بلا تردید سکوں کی تعداد کم و زیادہ ہوگی، اور بخود لا محدود ہونے کے فرض کے بطلان پر واضح گواہی ہے، نتیجہ فوق اس لحاظ سے تھا، کہ جو کچھ اس تعداد سے کم یا اس میں زیادہ کیا ہے، خود اس تعداد کی سنخ سے ہے اگر دس سعودی ریال کا سکوں کی تعداد میں اضافہ کر دیں مفروضہ سکے، خواہ لا محدود اور خواہ مثلاً ہزار عدد فرض ہوئے ہوں؛ یہ سکے دوسرے دس تومان کے علاوہ نہ ہوں گے، یا اگر دوسری جگہ سعودی ریال کی تعداد سے دس ریال کم کر دیں، اس سے ہمارے سکوں کی تعداد میں کمی نہ ہوگی، کیوں کہ یہاں پر اختلاف سنخیت ہے۔

اب اگر چہ ایک یا دو کروڑ برس ۔ کہ اس کو زمان مادہ کی عمر فرض کیا ہے عمر مادہ کی سنخ سے۔ بالفرض زمان کے وجود میں آنے سے پہلے نہ ہوں، اس کا کم یا زیادہ کرنا مادہ کی ازلی عمر کو کم اور زیادہ نہیں کرتا لہذا سب پر روشن ہوا کہ ازلیت عمر مادہ بعلاوہ ایک کروڑ برس، تنہا ازلیت یا منہائے ایک کروڑ سے زیادہ ہے، اور جیسا کہ آغاز گفتگو میں مکرر عرض کیا ہے ، کسی

چیز کے اجزاء کا محدود ہونا اس کی ازلیت اور لا محدود ہونے کے فرض کو خود بخود باطل کرتا ہے۔

حضرات امید کرتا ہوں کہ اس حوالے سے کوئی چیز آپ پر پوشیدہ نہ رہ گئی ہو یہ برہان بشکل ذیل تکرار ہوتا ہے۔

عمر مادہ بے آغاز بعلاوہ ایک کروڑ برس، عمر مادہ بے آغاز منہائے ایک کروڑ برس سے زیادہ ہے۔

فرض کر رہے ہیں کہ اب تک عمر مادہ سے ۔ کہ ازل سے زمان کا آغاز کیا ہے۔ ایک کروڑ برس گذر رہے ہیں اس صورت میں خود مادہ کے آغاز رکھنے پر تین برہان ہمارے سامنے ہیں:

۱۔ یہ کہ مادہ کی عمر کمی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے؛ اور بے اغاز اور لا محدود موجود کمی اور زیادتی کو قبول کرنے کے قابل نہیں ہے۔

۲۔ مادہ کے لئے عمر زمانی کو قبول کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مادہ اصولاً زمانی ہے؛ اور موجود زمانی آغاز رکھتا ہے۔

۳۔ کسی چیز کی نقیض کبھی بھی اپنے رقیب (دوسری نقیض) کے ساتھ جمع نہیں ہوتی؛ جیسے ایک افق میں روز و شب کا جمع ہونا یا ایک زمانہ میں کسی چیز کا ہونا یا نہ ہونا۔

اس اصل کی بنیاد پر کوئی چیز ہرگز اپنی نقیض کے ساتھ جمع یا وصف یا اس کی موصوف نہیں ہو سکتی؛ مثلاً عدد"۱" عدد "۲" کی مخصوص خاصیت سے متصف ہو یا عدد "۱" منہائے ایک ہو یعنی ایک ہو بھی اور ایک نہ بھی ہو۔

اسی طرح موجود ازلی (جسے آپ کے فرض کے مطابق مادہ) جس طرح ازلی (بے آغاز) ہونے کے ساتھ آغاز سے متصف نہیں ہو سکتا اسی طرح محال ہے کہ یہ موجود ازلی (بے آغاز) وصف آغاز سے متصف ہو۔

لہذا کیوں کر ممکن ہے مادہ بے آغاز، ازل کے بعد "زمانی" ہو اور وصف آغاز کو جو آغاز کرنے والی موجودات سے مخصوص ہے۔ قبول کرے؟

اور اصولی طور پر نہ موجود ازلی حادث کے اوصاف کو قبول کرتا ہے نہ موجود حادث ازلی ہو سکتا ہے۔

ازلی اور حادث ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور انہیں صلح و آشتی ممکن نہیں ہے، ایک موجود اور ایک حالت میں ان کا اجتماع ممکن نہیں ہےاور جس طرح ذات اور سراسر ہستی یہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں ان کے اوصاف بھی ایک دوسرے کے متناقض ہیں۔

۱۔ ذات ازلی: ۱۔ذات ازلی ≠ ذات حادث

۲۔ صفات ازلی ≠ صفات حادث

۳۔ ذات ازلی ≠ صفات حادث

۴۔ ذات حادث ≠ صفات ازلی

یہ دونوں موجود بے آغاز و با آغاز ۔ لا محدود و محدود۔ نہ ان حالات میں اور نہ دوسرے حالات میں، ہرگز ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ان کے درمیان ہم بستگی اور پیوستگی ممکن نہیں ہے۔

امید کرتا ہوں کہ بات واضح ہو گئی ہو (تصدیق و تشکر حاضرین)

الہی: جو کچھ عرض کیا اس سے قطع نظر اضافہ کرتا ہوں کہ مادہ زمان سے پہلے، "لا زمان" میں موجود تھا؟ کیا خود قبل و بعد کی لفظ زمان کی روشن علامت نہیں ہے؟ مادہ کہ قبل و بعد رکھتا ہے عمر رکھتا ہے کیوں کر ممکن ہے اس کے عمر کی ایک مقدار (زمان) اس کی کلی عمر حساب نہ ہو اور صرف زمان سے پہلے ۔ ازلیت منہائے زمان۔ اس کی عمر کو تشکیل دے۔

ڈاکٹر پارسا: جناب الہی کے حسن استدلال اور حسن خلق دونوں کا بہت بہت شکریہ انصافاً قابل قبول ہے۔

الہی: اگر ان دونوں دلیلوں سے بھی صرف نظر کریں، آپ سے پوچھتا ہوں کہ دو ازلی (مادہ و ماوراء مادہ) قابل قبول ہیں؛ یا ایک ازلی (ماوراء مادہ) ؟ اور وہ اصل موجودیت مادہ اہم ہے یا اس کی حرکت و دگر گونی؟

پائدار: یقیناً ہر چیز کا وجود، اس پر عارض حالات سے کہیں زیادہ اہم ہے۔

الہی: پس کیوں کر مادہ اصل موجودیت میں تو اپنے ماوراء کا محتاج نہیں ۔ لیکن جیسا کہ اس سے پیشتر تسلیم کیا۔ ازل کے بعد جو حرکت شروع کی ہے اس

میں اپنے ماوراء کا محتاج ہے؟ یہ بات خود آپ کے اعتراف کے مطابق بالکل ایسی ہے کہ کہا جائے آقای "x" پانچ سو کیلو گرام کے وزن کو اٹھا سکتا ہے لیکن اس کو حرکت دینے سے عاجز ہے!

ڈاکٹر پائدار: ازلیت کے کم و زیادہ ہونے سے تنہا مشکل جو نظر آتی ہے یہ ہے کہ خدا پرست ماوراء مادہ خدا کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ کیا اس کی خدائی عمر بھی، ازلیت بعلاوہ زمان ہے؟ جس وقت سے کہ اس نے مادہ اور نتیجہ میں زمان و حرکت کو پیدا کیا آج تک، xکروڑ برس چکے ہیں کیا اس سے ازلیت کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے کہ نتیجہ میں، خدا کی عمر ازلیت سے بعلاوہ "x" کروڑ برس ہوگی اور آغاز زمان سے پہلے اس کی عمر ازلیت منہائے "x" کروڑ برس تھی؟ یہ کون سی ازلیت ہے جو کم اور زیادہ ہوتی ہے؟

الہی: خود لفظ ماوراء مادہ اس بات کا غماز ہے کہ یہ موجود ازلی، ماوراء زمان، حرکت، تغییر و ترکیب ہے نیز تمام عوارض و آثار مادہ سے بھی ماوراء ہے۔ وہ تمام معنی، ازلیت و ابدیت (سرمدیت) ہے،نہ اس کا کوئی آغاز ہے اور نہ انجام، وہ زمان و مکان سے منزہ ہے ؛ زمان و مکان سے پہلے تھا اور عالم مادہ کے منقرض ہونے کے بعد بھی ہوگا۔ زمان کی کمی اور زیادتی ۔ اس موجود کی عمر کو کم و زیادہ کرتی ہے جو زمان کے تصرف میں ہو ، اور مادی ہو، خواہ آغاز سے زمانی ہو، خواہ آپ کی پندار کے مطابق ۔ درمیان سے زمانی ہو۔

اگر مادہ بھی ۔ آپ کے گذشتہ فرض کے تحت ازل سے بے نیاز اور بے حرکت تھا بالآخر ازل کے بعد دگر گونی سے دوچار ہوا اور زمان کے ہمدو ش و ہمرکاب "زمانی" ہے۔

لیکن خدا ئے ماوراء مادہ اس کی ذات میں تغییر و تبدیلی اور نتیجہ میں حرکت و زمانہ کا گذر نہیں ہے، کہ زمانہ کی کمی و زیادتہ اس کی عمر کو کم یا زیادہ کرے، اصولاً عمر کی لفظ اس موجود کے بارے میں جو نہ زمانی ہے نہ ہوگا بے مورد ہے وہ مافوق عمر ہے، خلاصہ یہ کہ چونکہ زمانہ حرکت کی نشانی ہے اور خدائے ماوراء مادہ میں نہ کبھی حرکت و دگرگونی تھی اور نہ ہوگی۔ زمانہ بھی اس کے لئے نہیں ہے ۔

خدا کی ازلیت زمانہ کے ساتھ اضافہ بردار اور قابل جمع نہیں ہے کہ اس میں کمی اور زیادتی پیدا کرے، اور اصولی طور پر ازلیت حقیقت میں کمی اور

زیہادتی کو قبول نہیں کرتی ہے، خدائے بے آغاز و لا محدود، نہ زمان و زمانیات کی آفرینش سے پہلے ان کے زمرہ میں تھا اور نہ اس کے بعد، ہاں اس نے ازل سے زمانے کو مادہ میں اور ہمدوش مادہ خلق کیا ہے نہ اپنی ذات میں۔

اور جس طرح کہ خلقت جہان مادہ ۔ ازل کے بعد۔ اس کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ ذات اقدس الہی مادی ہو جائے یا مادی ہو، اس طرح مادہ میں خلقت زمان ذات اقدس خالق کو "زمانی" نہیں بناتی ہے۔

لیکن مادہ ازلی (آپ کے فرض کے مطابق) ازل کے بعد، اپنی ذات میں آغاز زمانی سے متصف ہے اور یہ خود اس بات پر روشن برہان ہے کہ ذات "مادہ"، "زمانی" ہے۔ ورنہ زمان اس کے ہمدوش و ہمرکاب نہ ہوتا۔ اس کی ذات حادث ہے ورنہ صفت حادث (زمان) کو کبھی قبول نہ کرتا۔

البتہ، خدا کی ذات نہ زمان کے ساتھ جمع تھی اور نہ ہوتی ہے اور اس وجہ سے حکم زمان سے منزہ ہے لیکن ذات مادہ "زمانی" ہے اور یہ خود مادہ کے حدوث کی دلیل ہے۔

انجینئر شادفر: آقائے الہی سے اجازت چاہتا ہوں، چونکہ ہمارے عزیز دوست ڈاکٹر پائدار خستہ ہو چکے ہیں اور ممکن ہے کہ یہ خستگی عقب نشینی کی ماجب ہو، اس سے آگے گفتگو کے سلسلہ کو میں آگے بڑھاتا ہوں۔

الہی: اگر خستگی محکومیت کا موجب ہو، میں کہ اب تک حضرات محترم سے ۱۷/ بار مختلف موضوعات پر گفتگو کر چکا ہوں، سترہ بار میں نے عقب نشینی کی ہو بہت بہتر فرمائیے "واللہ غالب علی امرہ"[۱۳]۔

شادفر:آپ نے دریافت کیا کہ دو ازلی (مادہ و ماوراء مادہ) یا تنہا ایک ازلی زیادہ قابل قبول ہے؟ کیا مانع ہے کہ جہان میں دو موجود ازلی موجود ہوں؟ مادہ و ماوراء مادہ۔

الہی: اگر مادہ کی ازلیت مختلف میدانوں میں قطعی شکست سے دو چار نہ ہوتی، اس قدر مانع نہ تھا لیکن چونکہ یہ ازلیت اس نیاز اور ضرورت کے ہمدوش جس کے ڈاکٹر پائدار نے مادہ میں قائل ہوئے تھے خود بخود ازلیت کے میدان میں

---

[۱۳]۔ خدا اپنے امر پر غالب و مسلط ہے (یوسف: ۲۱)

شکست کھا گئی اور استدلال کے توانا اور قدرت مند ہاتھوں سے سپرد خاک ہو گئی۔ اس کی نفی کے لئے اب دوسری دلیلوں کی ضرورت نہیں ہے، حضرات محترم! کیا آپ لوگوں نے خود اعتراف نہیں کیا تھا کہ ازلیت ، بے نیازی مطلق ہے۔ بنا بر این مادہ۔ جو اپنی دگر گونی میں ماوراء مادی کا محتاج ہے۔ ازلی نہ ہوگا، اگر صرف نام گذاری سے خوش ہیں ہمیں بھی کچھ عرض نہیں کرنا کہ آپ فرمائیں ماوراء مادہ نام اور حقیقت کی نظر سے ازلی ہے، لیکن مادہ تنہا لفظ ازلیت سے تبرک حاصل کرتا ہے اور اس کے معن ی سے اس کو کچھ حاصل نہیں ہے۔

شادفر: اب دو دوسرے میدانوں میں (تغییر و ترکیب) میں گفتگو فرمائیے، اگر مادہ نے گذشتہ میدانوں (زمان و حرکت) میں نئی زندگی حاصل کی ناچار اس کی دوسری علامتوں کے بارے میں بھی گفتگو ہونا چاہئے۔

الہی: پہلے میدان میں ازلیت مادہ کی شکست کے لئے جو کچھ گونا گوں طریقوں سے عرض کیا اس سے اب اگر مگر کی گنجائش نہیں رہ جاتی لیکن اس کے باوجود مادہ کے چار جانبہ محسابہ کی وجہ سے اپنی گفتگو کو آگے بڑھا رہا ہوں۔ پہلے رسول خدا، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بات کو جو آپ نے مادیین سے کی، اور آغاز گفتگو میں بنیادی سوال کی حیثیت سے پیش ہوئی، تکرار کرتے ہیں کہ اگر جہان کا آغاز ہوتا کیسے ہوتا کہ اب نہیں ہے؟ منصفانہ جواب یہ ہے کہ نیاز اور آغاز (حدوث) کی تمام نشانیاں جہان مادہ کا احاطہ کیئے ہوئے ہیں، اس طرح سے کسی وقت بھی اس سیہ روی اور نیاز ممندی سے نا آسودہ تھا اور نا آسودہ ہے[١٤]۔ جیسا کہ امام امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ منجملہ دلائل حدوث اقسام :

١۔ حرکات اور تغییرات ہیں جو مادہ کے ہمدوش تھیں اور ہیناس طرح سے کہ کسی بھی وقت اس کو تغییر و حرکت کے پئے در پئے عوارض سے آرام و سکون نہیں ملا۔

٢۔ مادہ اصل ساخت اور اپنی موجودیت میں چند اجزاء کے پیوند کا محتاج ہے اور سراسر جہان مادہ میں کوئی ایک چھوٹا سا بھی ذرہ کہ مرکب نہ ہو امکان پذیر نہیں ہے[١٥]۔

---

[١٤]۔ سیہ روی زممکن در دو عالم   جدا ہرگز نشد واللہ عالم
[١٥]۔ کتاب "احتجاج" طبرسی رح سے نقل ہے۔

شادفر: اس وقت علم اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایٹم کو ترکیب دینے والے اجزاء (الکٹرون، پروٹون، نیٹرون، پوزیٹرون و---) نہ قابل تجزیہ ہیں اور نہ دوسرے اجزاء سے مرکب ہیں؛ اور یہی مذکورہ اجزاء مادہ اولیہ عالم طبیعت ہیں۔

الہی:مادہ اولی (عالم) کے حوالے سے مفروضات و احتمالات اور نظریات کو بیان کیا ہے ، اس وقت جو چیز ہماری بحث سے مناسبت رکھتی ہے یہ ہے کہ مادہ اولیہ عالم کی حقیقت سب پر پوشیدہ ہے اور ہرگز ادعا نہیں کیا جا سکتا کہ یہی اجزاء ایٹم ہوں؛ یہ موجودہ علم بشری کی مختصر شعاع ہے جس نے ایٹمی قلعوں کے قلب کو چیرنے میں کامیابی حاصل کی ہے، اور اپنی پندار سے اس کے لئے چند اجزاء دریافت کئے ہیں اور روز بروز اس قلعہ کے لئے نئے نئے اجزاء کو کشف کر رہیں ہیں۔

لیکن کیا خود یہ اجزاء دوسرے اجزاء سے مرکب نہیں ہیں؟ صحیح ہے کہ بشر نے ابھی اس کو نہیں پایا ہے لیکن نہ پانا اور نہ ملنا نہ ہونے کے علاوہ ہے، اور پھر مادہ کچھ بھی ہو ناچار چند اجزاء سے مرکب ہے اور ہمیں ہرگز کوئی مادہ ایسا نہ ملے گا جو مرکب نہ ہو صحیح ہے کہ مادہ تجزیہ فیزیکی کے دو میدان میں ناگزیر متوقف ہوگا۔

۱۔ بشر کی علمی قدرت و توانائی کا میدان کہ ایک معین حد تک مادہ کو ترکیب دینے والے اجزاء کی ترکیب کر سکتا ہے اور اس کا تجزیہ کر سکتا ہے اور ابھی اس حد تک نہیں پہونچا۔

۲۔ خود مادہ کی تجزیہ پذیری کا میدان، کیوں کہ مادہ تجزیہ فیزیکی کے آخری مرحلہ میں اس جگہ پہونچتا ہے کہ اس کے اجزاء کا جدا کرنا خود مادہ کی نوبودی کے مساوی ہے؛ کہ اس مرحلہ میں، مادہ منہائے ترکیب، وہی مادہ منہائے مادہ ہوگا۔

اصول ذیل عقلی اعتبار سے روشن ہے: مادہ، بلا ترکیب، نا موجودیت خارجی رکھتا ہے، نہ عقلی اور وہمی؛ کیوں کہ مادی ہونے کا مطلب کم سے کم طول و عرض محدود ہونا ہے، اگر چہ ہمارے غیر مطلق حواس سے محسوس نہ ہو۔

ماجود مادی کہ محدود ہے، طبیعی ہے کہ اجزاء محدود سے ترکیب پایا ہو، نہ لا محدود؛ کیوں کہ یہ اجزاء ہم پیوستگی کے بغیر محدود نہیں ہو سکتے ہیں۔

در نتیجہ، مادہ کی تجزیہ پذیر کا وہم و تصور سے باہر دنیا میں ایک کنارہ ہے، مادہ بے انتہا قدرت کے پرتو میں ایک حد تک قابل تجزیہ ہے اور تجزیہ پذیری کے آخری مرحلہ میں، اس کا تجزیہ صفر کے برابر ہوگا۔ جس طرح کہ مادہ منہائے زمان و حرکت مادہ منہائے مادہ کی ایک دوسری تعبیر ہے۔ کیوں کہ زمان و حرکت دونوں ہم ذات ہیں مادہ کا اور جدائی نا پذیر لازمہ ہیں، اسی طرح اجزاء کی تشکیل۔ اور کم سے کم دو جز ۔ حقیقت مادہ کی دوسری تعبیر ہے اور مادہ منہائے ترکیب، یعنی مادہ منہائے مادہ ۔

"مادہ دو بعدی (رخی) ہے"

مادہ کی تجزیہ پذیری کے آخری مرحلہ میں مادہ دو بعدی ہے خواہ دو بعد ہندسی (طول و عرض عمق کے بغیر) اور خواہ دو بعد فیزیکی یعنی دو جزء ؛ اور امدہ کی تجزیہ پذیری کی یہ آخری حد ہمارے لئے قابل فہم ن ہیں ہے؛ لیکن اس کے قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے؛ اور اگر دو بعد علمی نظریات کے مخالف ہوں، اس لئے کہ بہتر سمجھ سکیں، "تین بعد" کہیں؟ تین بعد ہندسی یا تین جزء فیزیکی۔

اور اس حالت کو مادہ کی تجزیہ پذیری کی آخری حد میں تصور کریں یہاں پر صرف آفریدگار (خالق) کی لا متناہی قدرت اس مادہ کا تجزیہ کر سکتی ہے لیکن اس تجزیہ کا نتیجہ مادہ کی نابودی ہے کیوں یہ اجزاء ہم پیوستگی کے بغیر قطعاً موجودیت نہیں رکھ سکتے۔

اور جس طرح کہ خلقت مادہ کے آغاز میں، یہی اجزاء پیوستہ حالت میں وجود میں آئے۔ امدہ کا نابود کرنا بھی تجزیہ میں یہ ہے کہ تجزیہ کے بعد کوئی چیز موجود نہ رہ جائے گی؛ نہ یہ کہ ایک دوسرے سے پراکندہ اور علیحدہ و جدا اجزاء کے باقی رہ جائیں گے، کیوں کہ ہم فرض کر رہیں ہیں کہ مادہ کی تجزیہ پذیری کی یہ آخری حد ہے۔ اب ہم موجودیت مادہ کی آخری ھد کو ترکیب دینے والے دو یا تین جزء کو نظر میں رکھتے ہیں۔ یہ ترکیب، مادہ کی حیاتی ترکیب ہے کہ مادہ اس کے بغیر، مادہ منہائے وجود ہے۔

یہاں پر ایک سوال ہے: کیا ان اجزاء میں سے کوئی ایک جزء بھی اپنے پاس سے دوسرے بقیہ اجزاء کی نسبت ازلیت اور بے نیازی رکھتا ہے یا سارے نیاز اور احتیاج میں ایک دوسرے کے برابر ہیں؛ بالکل واضح ہے کہ ترکیب سے پہلے ایک ایک جزء کچھ نہیں ہے، کیوں کہ مرکب نہیں ہے لہٰذا مادہ نہیں ہے، یہ اجزاء ہر ایک جدا گانہ کچھ نہیں ہے، مرکب مادی نہیں ہیں، اور تنہا یہ ترکیب ہے جو اجزاء کی موجودیت کے ہمراہ مادی واقعیت کو نمایاں کرتی ہےنہ یہ کہ ان کی ترکیب ان مادی موجودیت کے بعد ہو؛ لہٰذا ہر ایک جزء مادی موجودیت میں ایک دوسرے اجزاء کا ذاتاً محتاج ہے، جیسا کہ دوسرے اجزاء کا بھی یہی حال ہے۔

اور اب جب کہ یہ تمام اجزاء حقیقی فقر و نیاز کے علاوہ کچھ نہیں رکھتے ہیں اور فقراء کے مجموعہ سے بے نیازی وجود میں نہیں آتی ۔ ناگزیر فقیروں کا یہ مجموعہ۔ بحکم ضرورت ترکیب۔ ماوراء مادہ کا محتاج ہوگا۔

فقر و نیاز مندی موجودیت مادہ کی آخری حد کے اجزاء میں مسلم ہے اور یہ بھی روشن ہے کہ ان اجزاء میں کوئی ایک بھی دوسرے اجزاء کے سامنے استقلال اور "خود" سے موجودیت منہائے ترکیب نہیں رکھتا اس اصل کی بنا پر مادہ کی ترکیب فقر و احتیاج کا ایک دوسرا بیان ہے کس کے محتاج؟ خود اپنے؟! یہ بھی معقول نہیں ہے؛ کیوں کہ جس وجود کا تمام وجود فقر ہی فقر ہو، کس طرح اپنے وسیلہ سے یا اپنے جیسے کے ذریعہ ضرورت پوری کر سکتا ہے؟

بنا بر ایں، ماوراء اجزاء اور ماوراء ترکیب ایک موجود نے اجزاء و ترکیب سے رفع ضرورت کیا اور ان کے اجزاء و ترکیب کو ہمساں اور ایک پیدا کیا ہے، اور یہ مادہ ہے جو ناداری کے علاوہ کوئی اور سرمایہ نہیں رکھتا، اور اس کا وجود و نمود اور ترکیب پشت دیوار مادہ ایک بے نیاز و مطلق حقیقت کے وجود پر ایک روشن دلیل ہے۔

مادہ کی ترکیب کی آخری حد =اولین اجزاء نیاز مند یہاں پر پشت دیوار مادہ سے صرف نظر جس قدر بھی جستجو کریں، نابودی و نیاز کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتے، اور اب جو جہان مادہ کو دیکھتے ہیں، تو صرف اور صرف ایک جہان نیاز مند وجود دکھائی دیتا ہے، یہ خود ایک خالق بے نیاز کے وجود پر دلیل ہے اور درج ذیل آیت اس حقیقت کے ادراک کے لئے ہماری بہترین رہنما ہے:

"و من کل شئی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون* ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین"(زاریات: ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا[۱۶] پیدا کیا شاید تم سبق حاصل کرولہذا خدا کی جانب فرار کر، میں بے گماں اس کی جانب سے تمہارے لئے ایک روشن ڈرانے والا ہوں۔

یہاں پر زوجین مادہ کے تمام حالات کو موجودیت مادہ کی آخری سرحد تک کہ اس کا تجزیہ اس نابودی کے برابر ہے، شامل ہے؛ یعنی مادہ منہائے ترکیب، وہی مادہ منہائے مادہ، اور صفر کے مساوی ہے مادہ مرکب کی خود نیاز مندی، سے پتہ چلتا ہے کہ اصولاً مادہ اور ہر موجود مادی اپنی ذات میں صفر ہے، اس کے وجود سے پہلے کی حالت، وجود کے بعد کی حالت سے اس کے صفر ہونے میں بالکل مختلف نہیں ہےصرف فرق یہ ہے کہ وجود پانے کے بعد اس کے وجود کا استمرار خالق توانا کی قدرت کے پرتو میں ہے اور جس طرح کہ اس کو پیدا کیا ہے وہی حقیقت میں اس موجود صفر کی حفاظت کرنے والا ہے جو موجود کہ نیاز مطلق ہے لیکن قدرت خلاق الہی کے لحاظ سے۔ خارج ذات کے وسیلہ سے۔ ایسا لگتا ہے کہ زمرہ اعداد میں ہے لیکن ذات کے لحاظ سے صفر ہے ۔

یقیناً اس حالت میں: "ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین" (زاریات: ۵۰) "خدا کی جانب فرار کرو، میں بے گماں تمہارے لئے اس کی طرف سے ایک روشن ڈرانے والا ہوں"۔

اب جب کہ اس عالم ترکیب و احتیاج میں، بے نیازی و استقلال کے آثار اور وجود ذاتی موجود نہیں ہے، بحکم عقل خالق نیاز اور ضرورتوں کے پورا کرنے والے کی طرف دست سوال دراز کرنا چاہئے؛ مانو یا نہ مانو وہی مادہ کا خالق ہے اور وہی مادہ کا باقی رکھنے والا اور اس کا محافظ ہے۔ اگر وہ نور وجود کو ہم سے چھین لے اور اپنی نگہبانی کو ہم سے دریغ کرے ۔ آغاز کی طرح، عدم محض ہو جائیں گے جیسے صفر؛ اگر چہ اس وقت کہ موجود ہیں اپنی ذات میں صفر ہیں اور صرف اس کی عنایت سے گویا ایک ہیں۔

"ففروا الی اللہ"

[۱۶]۔ یہاں پر کل ممکنات کی دو گانگی کا ذکر ہے یہ خود اس بات کی دلیل ہے ان کو خالق کی قطعی ضرورت ہے۔

بنا بر ایں، ناگزیر اس عالم سے کہ سراسر فقر و احتیاج ہے، ہاتھ کھینچ لیں اور اس پر ہرگز تکیہ نہ کریں، اور اپنے دل کا رشتہ اس ساحت قدس ربوبی سے جوڑیں اور اپنا رخ اس کی جانب کریں جو نہ مرکب ہے، نہ محتاج اور نہ محدود۔

واللہ ہو الغنی الحمید۔۔۔ (فاطر ۱۵) و الیہ یرجع الامر کلہ (ہود: ۱۲۳)

اور اللہ وہی بے نیاز مطلق محمود ہے ۔ اور ہر چیز کی بازگشت اس کی جانب ہوتی ہے، یقیناً ہر چیز کی بازگشت اس کی جانب ہوتی ہے اور "قل اللہ خالق کل شئی" (الرعد: ٦١) "کہہ دیجئے خدا ہر چیز کا خالق ہے"۔

حضرات محترم! جہان مادہ، اس نیاز مندی کے ساتھ اس کے پورے وجود کا احاطہ کئے ہوئے ہے ازمنہ و حرکات، تغییرات و ترکیبات کے ساتھ، باوجودیکہ اس کے نام ارکان وجود سے فقر و احتیاج عقل و خرد اور وجدان کے کان میں پہونچ رہی ہے، اگر ازلی ہو، نا گزیر، دو لفظ ازلیت حدوث، بے آغاز و آغاز، نیاز و بے نیازی، کو ایک معنی میں ہونا چاہئے۔

(تصدیق عموم حاضرین) اس بات پر مبنی کہ تین قدم میں سے دو قدم طے کر چکے ہیں:

۱۔ جہان میں ازلیت

۲۔ ازلیت ماوراء مادہ میں منحصر ہے

انجینئر منکھارش: خدا پرستوں کا خدا ان کے عقیدہ کے مطابق تمام کمالات، علم و قدرت کا لا متناہی و۔۔۔ رکھتا ہے اور آپ کے دلائل آغاز سے اب تک اس دعوی کے اثبات کے لئے کافی نہیں ہیں؟ اگر منکرین ماوراء مادہ کے ہمراہ، کہ مادہ اولی کو ، عقل، علم، ادراک و اختیار سے عاری جانتے ہیں، خدائے ماوراء طبیعت کو بھی ایسے ہی جانیں تو کیا ہوگا؟

الہی: "الا یعلم من خلق و ہو الطیف الخبیر"؟ (الملک: ۱۴) "کیا جس نے کہ جہان کو پیدا کیا نہیں جانتا؟ در ایں ھالیکہ وہ بہت باریک بین آگاہ ہے"۔

اور یہ آگاہی، اس کی مخلوقات میں بہت نمایاں اور ظاہر ہے، عقل کس طرح اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ خالق و آفریدگار نادان ہو، اور اس کی مخلوقات کا ایک گروہ عالم و دانا ہو۔ اس صورت میں یہ علم رکھنے والے اور دانشور حضرات ایک

معمولی زندہ یا مردہ موجود کو پیدا کرنے سے کیوں عاجز اور نا توان ہیں؟ یہا تک جہان آفرینش پر حاکم سارے قوانین کے فہم و ادراک سے بھی محروم ہیں، یہ کون سا دانا موجود ہے جو کروڑوں گنا ناداں شخص سے زیادہ ناتوان ہے؟

"افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون"؟(نحل :۱۷) کیا جو خلق کرتا ہے اس کی طرح ہے جو خلق نہیں کرتا؟ کیا ۔ ان نشانیوں سے حقائق کو یا دنہیں کرتے ہو"؟

کیا یہ دونوں نادانی اور ناتوانی میں برابر ہیں؟

آپ کے سوال کا جواب دو قرآنی سوالوں کی رہ گذر سے ۔ جس کا نزول وجدان کو بیدار اور خرد مندوں کو ہوشیار کرنے کے لئے ہوا ہے۔ روشن ہوتا ہے؛

حالانکہ منظم علمی قوانین اور اسرار سے پر اس بیکراں کائنات کی خلقت میں نہایت علم اور باریک بینی ضروری ہے، کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ عظیم کائنات، جہالت اور نابسامانی کی پیدا وار ہے!؟

بشر کہ ان تمام علوم و ہنر کا دعویدار ہے، اور سیکڑوں صدیوں میں دنیا کے اسرار سے پردہ اٹھانے کے لئے لاکھوں قدم اٹھا

چکا ہے ابھی بھی حقیقت مادہ کی فولادی دیوار کے پیچھے، انگشت بدنداں اور غرق دریائے حیرت ہے، اور بعض ایٹمی قلعوں کو فتح کر کے کچھ عناصر کو دوسرے عناصر میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہوا ہے اور علمی موشگافیاں کرنے والوں اور مشعل برداروں کے اعتراف کے مطابق، کائنات پر حاکم کروڑوں علمی قوانین میں سے صرف ایک قانون قانون جاذبہ عمومی) کا وہ معمولی طور پر پتہ لگایا ہے۔

یہ دور سیاروں پر جانے کا دور ہے، فضا کی تسخیر کا دور ہے، لیکن، ان تمام ترقیوں کے باوجود بشر اب تک اپنی قدرت اور اپنے علم سے ایک معمولی ذرہ بھی خلق کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ ابھی مادہ کی حقیقت... سے کما حقہ آگاہی حاصل نہیں کی ہے، اور اسی طرح دوسرے اسرار و رموز کہ جن کے مفہوم کے ساحل تک بھی اس کی رسائی نہیں ہوئی ہے، حقائق تک پہونچنا تو دور کی بوت ہے یہ بشر تو دانا، قادر اور آگاہ ہے لیکن اس کا اور کروڑوں اسرار سے پر بیکراں کائنات کا خالق اور مالک، نادان اور ناتواں اور نا آگاہ ہے۔

کس طرح ایک نادان سے یہ ساری مرموز اور حیرت انگیز اشیاء وجود میں آئی ہیں کہ دانا افراد ان کروڑوں اسرار میں سے کسی ایک کے ادراک سے بھی عاجز ہیں؟

اگر کائنات آفرینش کا نظم، اور جہان مادہ پر حاکم علمی قوانین کا ارتباط، اس کے علم و حکمت کی نشانی نہ ہو، کون سی چیز اس کی نشاندہی کرے گی اور اس کی علامت و نشانی ہوگی؟

"و لئن سئلتہم من خلق السموات و الارض لیقولن خلقہن العزیز العلیم" (زخرف: ۹)

اور اگر ان سے سوال کرو: آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ بتحقیق کہیں گے: خدائے عزیز و دانا نے ان کو پیدا کیا"۔

یقیناً، جس کو بھی آفرینش و خلقت کے گونا گوں چہروں کے حادث ہونے کا یقین ہے، اگر اس سے ان کے خلاق کے بارے میں سوال کرو، بے درنگ جواب دے سکے اور کہیں گے: ایک قادر اور حکیم اور قادر علیم نے ان کو پیدا کیا ہے۔ خلاق چاہے ماوراء مادہ ہو یا مادیین کے مطابق مادہ اولی ہو، ناگزیر، علم و قدرت اور حکمت و آگاہی مطلق رکھتا ہے۔

اگر ہم پاگل خانوں میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیوانوں سے بھی کہیں کہ ایک بہت ہی نادان اور ناتوان شخص نے ایک بہت ہی با شکوہ اور شاندار عمارت بنائی ہے، یا اینٹ پتھر سیمنٹ اور لوہا خود بخود آپس میں مل گئے ہیں اور اس سے ایک شاندار عمارت وجود میں آئی ہے، تو وہ حیرت و استعجاب کی شدت سے زنجیریں توڑ ڈالیں گے۔ کجا عقلاء عالم اور دانش وران جہان !(۱۔ نیوٹن کہتا ہے کہ: "بشری علم اس کی جہالت کے مقابلے میں بہت ناچیز ہے، اس نے اپنی تمام کوششوں سے کروڑوں علمی قوانین میں صرف جاذبہ عمومی نامی ایک علمی قانون تک رسائی حاصل کی ہے اور اس کی تمام معلومات کا سر چشمہ یہی قانون ہے")

اگر ایک نادان و ناتوان سے یہ سارے علم و قدرت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں کہ دانشوران عالم جس کے ادراک سے بھی عاجز ہیں، کتنا اچھا ہوتا کہ بشر کسب علم و دانش اور علمی ترقی کے لئے وسیع تحقیقات کے بجائے، نادانی اور سستی و کاہلی کو اپنا شعار بناتا۔

تاکہ وہ بھی خالق و آفریدگار کی طرحان تمام آثار و برکات اور حیرت انگیز اختراعات و ایجادات کا سر چشمہ ہو، کتنا اچھا ہوتا کہ یونیورسٹی میں پروفیسر کی

کرسیوں کے لئے انپڑھ اور جاہل عملہ، پلوں کا دقیق نقشہ بنانے کے لئے سفیہ اور ابلہ افراد کام میں لائے جائیں اور بڑے بڑے پہاڑوں میں راستہ بنانے کے لئے قوی مواد منفجرہ کی جگہ معمولی آتش بازی استعمال کی جائے!

اب جب کہ مادیین کے خیال میں خالق کے لئے علم و حکمت ضروری نہیں ہے، لہذا بشر کو بھی اپنے کاموں میں پیشروی اور جاہل طبیعت عامل سے ہمگاہی کے لئے اپنی قدرت کو علم افزائش علم کی جگہ جہالت کی توسیع و افزائش میں کام لانا چاہئے! اب اختیار آپ کے ہاتھ میں۔

یہ بات بالکل ایسی ہی ہے کہ کہا جائے: ایک بہت خوبصورت اور تمام موجودہ وسائل سے آراستہ عمارت ایک منحرف اور کج سلیقہ مغز نے جس کو معماری اور انجینیرنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے، بنائی ہے، لیکن پر فراز و نشیب زمین اور اونچی نیچی دیواروں پر مشتمل کج اور خمیدہ مٹی اور گھاس پھوس سے بنا ہوا فلاں کمرہ ایک قابل اور خوش سلیقہ انجینئر نے بنایا ہے۔

انجینئر منکھارش: ہم خوبصورتی و نظم جہان کو قوت ماوراء مادہ کی نادانی و ناتوانی پر محمول نہیں کرتے؛ بلکہ جب اس ازلی قوت نے جہان آفرینش کا آغاز کیا، بر حسب تصادف و اتفاقات اس موزوں اور خوبصورت جہان کو پیدا کیا اور حرکات و قوانین علمی سے آراستہ کیا۔

الہی: قوت ماوراء مادہ خواہ بعلاوہ نادانی اور خواہ باضافہ تصادف و اتفاق، مختلف نہیں ہے، مگر تصادف علم کا کام کرتا ہے؟ وہ علم جو کبھی بھی اور کسی صورت جہل سے آمیختہ (مرکب) نہیں ہے اساسی طور پر تصادف اتفاق کےمعنی نہیں ہے، موافق آنے یا مناسب ہونے کے معنی نہیں ہے، کیا ممکن ہے دو چیز کا ملنا اور برخورد کرنا یا چند چیز کے درمیان تناسب علت کے بغیر ہو؟

موضوع اور مسئلہ کے روشن ہونے کے لئے کہنا چاہئے:

جب موجودات و حوادث کا ہمیں علم ہے اور جن کے اسباب کا ہمیں علم نہیں ہے اور اس کی علت ہم پر روشن نہیں ہے ان کے درمیان کسی طرح سے اس بارے میں کہ ہر ایک کا مناسب موجد اور خالق ہے، کوئی فرق نہیں ہے اور تنہا جو چیز باعث ہوتی ہے کہ دوسری سنخ کی موجودات تصادف اور اتفاق سے موسوم ہوں، ان کی علت کی پہچان کا نہ ہونا ہے، نہ یہ کہ ان کی کوئی علت ہی نہیں ہے۔

یہ عقلی اور علمی قانون ہے = جس پر خود حضرات کی گفتگو کا آغاز ہوا ہے "کوئی حادث موجد اور خالق کے بغیر نہیں ہے"۔

استثناء پذیر نہیں ہے، جیسے "2×2=4" ہر زمانہ میں، ہر جگہ، اور ہر چیز میں بلا استثناء جاری ہے، یہ مردم نا آگاہ کی عقل ہے، جو حوادث کی علتوں کے ابہام کی صورتوں میں استثناء پذیر ہوتی ہے نہ قانون عقلی معلولیت حوادث۔

بعض موجودات اتفاقات کی پیروی کرتے ہیں!

یا اپنے علت سے مربوط اور متعلق علتوں کی؟

چند مثالیں:

۱۔ چند تیر انداز شرط بندی سے ایک معین نقطہ کو فاصلہ سے نشانہ بناتے ہیں، پہلا شخص تصادفاً پہلے تیر میں صحیح نشانہ لگاتا ہے لیکن دوسرے خطا کر جاتے ہیں، جبکہ سارے ہی افراد تیر اندازی میں مہارت رکھتے ہیں، یہاں پر آسیانہ زبان میں کہا جاتا ہے فلاں شخص کی قسمت اچھی تھی۔

اب ہم عقل کی لیباٹری (دار التشریح عقل)میں اس واقعہ کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں کیا تیر کا نشانہ پر لگنا بلا سبب کے ہے؟

ہرگز! کیوں کہ نقطہ ہدف اور تیر اندازوں کی جگہ کے درمیان حتماً ایک ایسا نقطہ موجود ہے جو سیدھا ہدف تک پہونچتا ہے، لیکن دوسرے نقطوں میں تیر خطا ہو جاتا ہے، تیر انداز خواہ بطور آگاہ خواہ بطور نا خود آگاہ اگر اسی نقطہ معین سے تیر کو رہا کرے حتماً نشانہ پر لگے گا۔

آگاہی و نا آگاہی بھی کہ ماہیت سبب کو تغییر نہیں دیتی؛ اگر ہدف گیری صد فیصد آگاہی سے ہے، نتیجہ بھی صد فیصد ہے، اور ہدف گیری جس قدر ناقص ہو تیر انداز دیر سے نتیجہ پر پہونچے گا، یا یہ کہ اصلاً نتیجہ پر نہ پہونچے گا۔ اور اگر اصلاً ہدف گیری درکار نہ ہو جیسے رات میں تیر چلانا، اس صورت میں بھی بعض اوقات تیر ہدف تک پہونچتا ہے اور بعض جگہوں پر اصولاً ہدف تک پہونچنا نا ممکن ہے، جیسے حروف چاپ، جیسا کہ آئندہ گفتگو میں بیان کریں گے۔

۲۔ لاٹری کے ٹکٹ میں کہ اجتماعی قمار (جوا) ہے، ایک شخص کچھ مبلغ دے کر ایک ٹکٹ خریدتا ہے یہاں پر کہ یدف گیری ممکن نہیں ہے، اگر قرعہ کشی کے بعد

ایک لاکھ تومان اس کو مل جائیں، اس سے کہیں گے تمہاری قسمت اچھی تھی، جستجو عقل بھی اس حوالہ سے علت حادث کا ہمیں پتہ دیتی ہےاگر چہ کوئی بھی نتیجہ سے آگاہ نہ تھا، بالآخر آئندہ معین شمارہ کے اوپر گنتی رکتی ہے، وہ شمارہ ان ٹکٹوں میں سے کسی ایک سے متعلق ہے اور قرار ہے کہ جس کے پاس ٹکٹ ہے ایک لاکھ روپیہ حاصل کرے، فلاں شخص نے نا آگاہ اس ٹکٹ کو لیا، لیکن اگر چہ وہ نہیں جانتا تھا ، لیکن وہی ٹکٹ ہے جو آئندہ قرعہ کشی میں شو ہونے والا ہے، اس بنا پر مبلغ مذکور کو حاصل کرنا ایک ایسا حادثہ ہےے جو اپنی قرار دادی علت واقعی کی پیروی کرتا ہے؛ اگر چہ جس کی لاٹری نکلی ہے وہ اس سے نا آگاہ نہ تھا، اور اسی علت کے نا معلوم ہونے کی وجہ سے ہر شخص اس مخصوص ٹکٹ کو خریدنا چاہتا ہے کیوں کہ اس کو نہیں جانتا۔

اگر کئی آیندہ سے جس طرح کہ ہے آگاہ ہو ، ہمیشہ صد فیصد اسی ٹکٹ کو لے گا جس پر ایک لاکھ روپیہ کا انعام ہے۔

جو کچھ عرض کیا اس بنا پر، علل حوادث سے آگاہی جس قدر زیادہ ہو نتیجہ تک پہونچنا بھی جلدی اور آسان ہوگا۔

یہ تصادف نہیں ہے جو حادثہ کو پیدا کرتا ہے بلکہ موجد وہی علت واقعی ہے کہ حادثہ نے بھی اسی کی پیروی کی ہے ۔

ان دونوں مثالوں سے پہلے یہ جانا کہ کوئی بھی چیز موجد کے بغیر وجود نہیں کرھتی اس کے بعد جانا کہ جس قدر مءود کی علتیں ہم پر روشن ہوں گی نتیجہ تک رسائی بھی اتنی جلدی اور جس قدر کم روشن ہوں گی، نتیجہ تک رسائی بھی اتنی دیر سے ہوگی ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا کہ علت سے نا آگاہی معلول تک پہونچنے کے لئے کامل تر وسیلہ ہے۔

۳۔ ایک مطبع کا حروف چین ایک صفحہ کتاب کے حروف کی چینش میں کافی دقت کرتا ہے، لیکن تجدید نظر میں بھی اس کو کچھ غلطیاں نظر آتی ہیں کہ علماً ان اشتباہات کی بنیاد خود اس کی اپنی کوتاہی اور غفلت ہے، کیا ممکن ہے ۔ یہی حروف چین حروف کی درست چینش کی جگہ کچھ گونا گوں حروف کو اٹھا کر صفحہ فلزی پر رکھ دے اور نتیجہ میں وہی صفحہ کتاب کسی اشتباہ اور غلطی کے بغیر چاپ ہو کر نکلے؟

۴۔ اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز یہ ہے کہ کوئی ادعا کرے، ۵۰/ کیلو ذوب شدہ سرب ایک پائپ کے ذریعہ فشار کے ساتھ باہر نکالا اور اسی فشار کے نتیجہ میں گونا گوں سری حروف کی صورت میں در آیا اس کے بعد ایک طوفان کے زیر اثر، اس طرح سے صفحہ فلزی کے اوپر جاگزیں ہوا کہ اس کے نتیجہ میں کسی خدشہ و اشتباہ کے بغیر علمی دقائق سے مملو اور پر مغز عبارت پر مشتمل کتاب کے ہزار صفحات بر آمد ہوئے۔

اس مثال میں جو کچھ عرض کیا اس کے وقوع کا احتمال فی کس بے نہایت و لا متناہی موجود ہے؟ کیا پاگل خانے کے ہزار پاگلوں میں کوئی ایک بھی زنجیر میں جکڑا ہوا دیوانہ بھی اس بات کو تسلیم کرےگا؟ اب ہم مادیین کے کوچہ کا رخ کرتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ وہ حروف آفیرنسش اور اس کی گونا گوں شکلوں کے بر آمد ہونے کے بارے میں کیا کہتے ہیں، وہ تنہا مادہ بے شعور، بے عقل اور بے علم و ہدف کی قوت ابدی کو ان تمام حیرت انگیز چیزوں کی پیدائش میں مؤثر جانتے ہیں؛ کیا حروف تکوین۔ ایٹم اور ان کو تشکیل دینے والے اجزاء۔ حروف چاپ سے بھی کمتر ہیں؟ اصولاً کیا سوچا جا سکتا ہے کہ ان حروف کو ایجاد کرنے والی قوت اور وہ جس نے ان کو آپس میں ملا کر آفرینش کے حیرت انگیز نقوش ایجاد کئے ہیں عقل اور علم و حکمت سے عاری ہیں؟

اگر زنجیر میں جکڑے ہوئے دیوانے بھی اس بات کو سنیں تو حیرت و استعجاب سے زنجیریں توڑ ڈالیں۔

"ا فی اللہ شک فاطر السموات و الارض" (ابراہیم: ۱۰)

کیا خدا کے بارے میں ۔ جو آسمان اور زمین کا خالق ہے، کوئی شک[۱۷] ہے، ۔

کیا یہ بات قابل قبول ہے کہ عقل و علم اور کروڑوں علمی قوانین کا خالق کہ ان میں سے صرف ایک (جاذبہ عمومی) تمام بشری علوم کا سرچشمہ ہے، خود جاہل ہے، بے حکمت اور بے ہدف ہو؟

"الا یعلم من خلق و ہو اللطیف الخبیر " (ملک: ۱۴)

"کیا جس نے دنیا کو پیدا کیا نہیں جانتا ہے؟---"

---

[۱۷]۔ "اللہ میں شک کی نفی، نفی حقیقی نہ واقعی اس معنی میں کہ اس شک کی واقعیت، حقیقت فطرت، عقلانیت اور تمام موازین انسانی کے بر خلاف ہے اگر چہ ان موازین کو نظر انداز کرنے سے شک و شبہ پیدا ہوتا ہے"۔

کیا جس نے پیدا کیا نہیں جانتا؟--- جبکہ آفرینش میں بے نہایت باریک بینی اور آگاہی ضروری ہے، انسان جس قدر علمی کاوشیں زیادہ کرے گا اتنا ہی اس کی حیرت میں اضافہ ہوگا، جس قدر ایٹمی دور الکٹرونی قلعوں کو زیادہ فتح کرے گا خلقت کے حیرت انگیز اسرار و رموز اس پر زیادہ منکشف ہوں گے، کیا یہ پر معنی منظم حروف، بے علم و دانش اور بے ہدف وجود میں آئے ہیں؟

اگر ایسا ہے، اچھا ہے بشر بھی اس عظیم خالق کے ہمگام اور ہمراہ علم و دانش میں کد و کاوش کے بجائے اپنی جہالت و نادانی میں اضافہ کرے؛ یونیورسٹی میں کرسی چشم کی تدریس کے لئے مادر زاد اندھوں اور جاہلوں سے استفادہ کرے، با شکوہ عمارت کی تعمیر کے لئے نادان عملہ کا انتخاب کرے یا نا ہنگام طوفانوں سے مدد حاصل کرے؟ مگر یہ کہ جہل سے مراد، علم کا بلند ترین مرتبہ، بے شعوری سے مراد، عقل و شعور سے مالا مال ہونا ہوا۔

قوت ماوراء مادہ، عظیم خالق ، علم، حکمت، قدرت اور سارے کمالات لا متناہی ہیں، اور یہ اس کےی عظیم آفرینش کے نمونوں سے آشکار ہے۔ "الا یعلم من خلق و ہو اللطیف الخبیر؟" (ملک: ۱۴)

کیا جس نے کائنات پیدا کی نہیں جانتا، جبکہ وہ بہت باریک بین آگاہ ہے"۔

انجینئر شادفر: جناب عالی بہت مفید رہنمائیوں کا بہت بہت شکریہ صر ف ایک سوال باقی بچا ہے کہ بیشتر بیان ہو چکا ہے۔

الہی:فرمائیے ۔

انجینئر شادفر: جس طرح ایک شاندار عمارت تعمیر ہونے کے بعد اب اپنے معمار کی محتاج نہیں ہوتی ہے، گمان ہوتا ہے کہ خالق کائنات بھی ایسا ہی ہے، کہ اس کائنات کو پیدا کرنے اور حرکت میں لانے کے بعد اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ خواہ ہو یا نہ ہو، خواہ چاہے یا نہ چاہے، کائنات اسی طرح پائدار اور استوار ہے۔

الہی: آفرینش، ایجاد، علیت اور --- جیسے الفاظ غیر خدا میں تنہا بطور مجاز استعمال ہوتے ہیں؛ طاقتور ترین اور دانشور ترین افراد، تنہا جو کام انجام دیتے ہیں بعض موجودات اور چیزوں کے نقوش کو دگر گوں کرنا تفسیر دنیا ہے، یہاں تک کہ معمولی چیزوں کو بھی پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔

آپ کی مچال اور دوسری مثالیں اس حوالہ سے صرف تغییر چہرہ اور تبدیلی شکل کے بارے میں ہیں، موجود حوادث، واقعی معنوں میں کہ نہ مادہ موجود ہو اور نہ اس کی صورت موجود ہو، اور اس کے بارے میں وجود میں آیا ہے، کسی وقت بھی اپنے موجد و خالق سے فاصلہ اختیار نہیں کر سکتا، اس بنیاد پر لفظ آفرینش خالق یکتا کے بارے میں ہرگز واقعی معنی میں نہیں ہے، کوئی طاقت بھی خالق یگانہ کے علاوہ موجود ات مادی ـ نہ غیر مادی۔ کو خود اس کے واقعی معنی میں، وجود میں نہیں لا سکتی ہے، اس مادی دنیا میں جو صورتیں بھی بشری قوت سے نمودار ہوتی ہیں صرف حرکت دنیا اور تغییر صورت ہے نہ مادہ کا پیدا کرنا یا مادی قوت کا خلق کرنا۔

عمارت اور عمار کی مشہور مثال میں معمار کیا کام کرتا ہے کیا عمارت کے گونا گوں اجزاء کو مخصوص سورت میں جا بجا کرنے کے علاوہ بھی کوئی کام کرتا ہے؟ کیا وہ اپنی وسیع تر سرگرمیوں میں کسی ذرہ کو عدم سے وجود میں لایا ہے؟ ہم فی الوقت خود اپنے گھر کی عمارت عقلی لحاظ سے تجزیہ کر رہے ہیں۔ اس عمارت کی کون سی چیز اس کے موجد ا معمار کے پیوند کے بغیر، اس وقت پائدار اور برقرار ہے؟ معمار نے جو کام کیا ہے تنہا عمارت کے گونا گوں اجزاء کو حرکت دینا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ یہ تمام حرکات یکا یک اپنے محرک (معمار) سے فاصلہ اختیار کرنے کے بعد متوقف ہو گئی ہیں، بنا بر ایں، معمار کا کام اس کے کام سے ہاتھ اٹھا لینے کے بعد ختم ہو گیا ہے اور ہم اس وقت عمارت میں اس طرح کے پئے در پئے حرکات کا مشاہدہ نہیں کر رہے ہیں، لیکن مخصوص شکل جو ان اجزاء نے گھر کی صورت میں اختیار کی ہے ، وہ ان اجزاء کی مخصوص انداز میں گرد آوری اور انباشتگی کا طبیعی نتیجہ ہے ایسا نہیں ہے کہ معمار کی خواہش سے یہ کام انجام پایا ہے۔

وہ چاہے یا نہ چاہے انجام عمل کے بعد گھر ایسا ہی ہوگا جب تک عمارت اور گھر کے اجزاء اسی طرح ایک دوسرے سے متصل اور پیوستہ رہیں گے گھر اسی طرح اپنے مخصوص خصوصیات کے ساتھ باقی رہے گا، اور جب تک یہ ترکیب و جمع آوری درہم و برہم ہو جائے گی تو گھر دوسری شکل اختیار کرےگا۔ نتیجہ میں یہاں دو نئی چیزیں اور دو موجد ہیں:

۱۔ جو حرکات معمار کے ہاتھوں انجام پائی ہیں اس کے کام کے خاتمہ کے بعد ناگزیر نا پدید ہو گئی ہیں۔

۲۔ عمارت کی مخصوص شکل جو اپنے موجد (مخصوص ترکیب و جمع آوری) کی آغوش میں اسی طرح پائدار اور بر قرار ہے، اور جب اولین حرکات دوسری حرکات میں تبدیل ہو جائیں گی ان اجزاء کی صورت بھی بدل جائے گی بنا بر ایں معمار اور عمارت کی مثال ایک مگالطہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

لیکن مادی چیزوں میں تنہا جس چیز کو اپنے تمام کاموں میں بعنوان آفرینش قلمداد کر سکتے ہیں، ہمارا تصوراتی اور خیالی نقش ہے؛ جس چیز کی صورت کو اپنے ذہن و خیال میں تصور کرتے ہیں؛ کیا نمودار ہونے میں تنہا ہمارے باطنی ارادہ کی قوت کی ضرورت ہے کہ اگر اس سے غفلت بھی ہو جائے، اسی طرح باقی رہنے والی ہے؟ کیا اس نقش کی ہمارے ارادہ باطنی کے علاوہ کوئی اور واقعیت نہیں ہے؟ باوجودیکہ ما فوق مثال دو لحاظ سے موجودات واقعی کی نسبت ناقص ہے:

۱۔ خارجی واقعیت اور وجودی اثر سے بے بہرہ ہے

۲۔ اس صورت کے اجزاء ناگزیر سابقہ تصوری نہیں رکھتے اور بغیر اس کے کہ ذہن ان اجزاء سے گذشتہ میں مانوس ہو، ان کے چہرہ ترکیبی کے تصور پر قادر نہیں ہے

اس کے باوجود اس موجود ناقص کا باقی رہنا اس کے موجد کے وجود اور اعمال قدرت کے ممکن نہیں ہے، کجا موجودات واقعی کہ :

۱۔ واقعیت خارجی بھی رکھتے ہیں

۲۔ اور اسی طرح نمودار ہونے سے پہلے، نوع مواد اور اپنے اجزاء کا کوئی نمونہ نہیں رکھتے تھے

"بدیع السموات و الارض" (بقرہ: ۱۱۷)

"وہ کسی سابقہ کے بغیر آسمانوں اور زمین کا خالق ہے"

خلقات آسمان و زمین کا آغاز کرنے والا ہے" خالق نے کسی نمونہ اور سابقہ کے بغیر دنیا کو اصل و فرع سے اس خوبصورتی کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور دنیا بتمام معنی عدم، آغاز میں نہ تھی اور خدا نے صرف اپنی حکمت اور اپنے علم سے پیدا کیا، اور جس طرح ابتدائے خلقت میں اپنے خالق اور موجد کی محتاج تھی اس کے بعد بھی اسی طرح اپنے خالق اور موجد کی محتاج ہے۔

مثلاً جس وقت کہ سویچ آن کرتے ہو اور بلب روشن ہو جاتا ہے کیا بلب صرف روشن ہونے کے آغاز میں بجلی کے تار کے اتصال کا محتاج ہے، یا قطع تار یا بجلی خاموش کرنے کے بعد بھی اسی طرح روشن ہے؟ یا یہ کہ بلبوں کی روشنائی برق سے ارتباط کے علاوہ اور کوئی واقعیت نہیں رکھتی ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ سے نمایاں ہوتی ہے اور اس کے اتصال سے اپئدار ہے اور جب برق سے متصل تار قطع ہو جاتا ہے بغیر کسی وقفہ اور فاصلہ کے بلب بھی خاموش ہو جاتے ہیں؟

"اللہ نور السموات و الارض" "خدا روشنی ۔ وجود بخش اور ہادی۔ آسمان و زمین ہے"، یقیناً خالق کی عنایت اور اس کے ظہور سے موجودات بھی ظاہر و آشکار ہیں اور ایک لحظہ کے لئے بھی خالق کی نظر لطف پھر جائے پھر اسی عدم کی آغوش میں سو جائیں گے نہ یہ کہ بے جان اور بے سر و سامان ہو جائیں گی بلکہ اصولاً ایسی صورت میں ان کے وجود کی بنیاد ہی نہ رہ جائے گی۔

"یسئلہ من فی السموات و الارض کل یوم ہو فی شان[۱۸]" (رحمن : ۲۹)

"جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اس سے درخواست کرتا ہے ہر روز (وقت) وہ کام اور فرمان میں ہے"۔

و "اگر نازی کند ازہم فرو ریزند قالب ہا"

جس طرح امواج برق با تدریج اور پئے در پئے پاور ہاؤس سے بلب تک پہونچتی ہیں اور ہر آن خاموش اور روشن ہوتی ہیں لیکن چونکہ اس نفی واثبات (خاموشی اور روشنائی) کا فاصلہ بہت ناچیز ہے ایسا نظر آتا ہے کہ پئے در پئے روشن ہیں۔ اس کا ضعیف تر نمونہ آتشینی داءرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ آتش گردان کی تیز گردش کی وجہ سے روشنائی مستمر اور مسلسل نظر آتی ہے۔

وجود اور اس کی تمام علامتیں اور نشانیاں، خالق عظیم کی صفت و کاری گری کا نمونہ ہیں اور امواج الکٹریسٹی سے بالاتر

۔اگر آنی کند نازی فرو ریزند قالب ہا۔

---

[۱۸]۔ خداوند عالم بعد کی آیت میں فرماتا ہے: "فبای آلاء ربکما تکذبان" تم اپنے رب کی کس نعمت کے ذریعہ اس کی تکذیب کرو گے۔

اگر خالق ایک لحظہ کے لئے بھی مخلوقات سے چشم پوشی کر لے سب آغاز کی طرح عدم کی آغوش میں چلی جائیں۔ مخلوقات کی خالق سے وہی نسبت ہے جو سایہ کو صاحب سایہ سے ہوتی ہے اور نور اور مرکز نور کی طرح ہے کہ ارادہ آفرید گار سے پیوستی کے علاوہ ان کی کوئی اور حقیقت نہیں ہے۔ "و نحن اقرب الیہ من حبل الورید"(ق: ٦)

عقل و علم کی نظر سے موجود حادث کی ۔ واقعی معنوں میں۔ اس کے موجد اور خالق سے جدائی اس کے عدم اور نہ ہونے کے برابر ہے اور منطقی اصطلاح میں موجودات عوالم کی خداوند عظیم سے نسبت، اضافہ اشراقیہ ہے، یہ اضافہ عقولیہ معنائے حرفی ہے، نہ معنائے اسمی و فعلی، اور آسان لفظوں میں اور آسان زبان میکں روشنائی کی نور سے نسبت ہے، نہ کمرہ کی نور سے نسبت ہے، نور کا نہ ہونا اور روشنائی نہ دینا، روشنائی نہ ہونے کے برابر ہے، لیکن خود کمرہ جو اس سے روشن تھا ، نور کے نہ ہونے سے نابود نہ ہوگا، صرف کمرہ کا نور ہے جو نور کے خاموش ہو جانے سے نابود ہو جاتا ہے۔

موجادات عالم کی خالق سے نسبت، اولین نسبت ہے نہ دوسری، یہ کوئی چیز نہیں تھیں جو باضافہ خدا وندی سے کوئی چیز ہو جائیں[١٩]، بلکہ ان کے وجود کی بنیاد، افاضہ اور اس کی خلاقیت کی نمائش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جب تک اس کی عنایت و بخشش کا رابطہ برقرار ہے نمود اور نمودار رکھتی ہیں، اور جس وقت کہ اس اربطہ کا تھوڑا حصہ قطع ہو جائے اسی قدر نابسامانی کا سامنا ہوتا ہے اور جب تمام ارتباطات قطع ہو جاتے ہینان موجودات کی ہستی کا طومار بھی بالکل سے درہم برہم ہو جاتا ہے دنیا کا مادہ اولی جو آغا ز ہستی سے نا گسیختہ پیوستگی کے ساتھ ظہور میں آیا، اور اس کے پورے پیکر پر حرکت، زمان، ترکیب اور تغییر ہر رخ سے فقر و نیاز کی مہر لگی ہوئی تھی، جب تک ہے اسی ماوراء مادہ قوت سے قوت لیتا ہے اور اگر اس طاقت کا سلسلہ اس کے وجود سے قطع ہو جائے دوبارہ بھی خواب عدم میں چلا جائے گا۔

"لمن الملک الیوم؟ للہ الواحد القہار" (غافر: ٦)

آج فرمان روائی کس کی ہے؟ خدائے یکتائے قہار کی[٢٠] "۔

---

[١٩]۔ یعنی اس وقت بھی حقیقت میں ہیچ ہیں۔
[٢٠]۔ بہت غالب، بہت مسلط۔

بے نیازی مطلق، بے نیازی ابدی و سرمدی اسی کے لئے سزاوار ہے اور مالک حقیقی وہ ہے اور واقعیت بمعنائے صحیح اس کے لئے ہے۔

اور دوسرے بالا و پست سبھی اس کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے ہیں اور کریں گے۔

"یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ و اللہ ہو الغنی الحمید" (فاطر: ۱۵)

"اے لوگو! تم سب خدا کے محتاج ہو اور صرف خدا ہے جو بے نیاز محمود ہے"۔

یقیناً ہم سب فقر محض ہیں اور سب بے نیاز مطلق کی بارگاہ میں سر بسجود ہیں۔

ای ہمہ زتو پیدا شدہ　　خاک ضعیف از تو توانا شدہ

آنچہ تغییر نپزیرد تویی　　و آنکہ نمردست و نمیرد تویی

ما ہمہ فانی و بقا بس تو را　　ملک تعالی و تقدس تو را

تا کرمت راہ جہان برگرفت　　پشت زمین بار گران بر گرفت

ہر کہ نہ گویای تو خاموش بہ　　ہر کہ نہ یاد تو فراموش بہ

تا بہ تو اقرار خدایی دہند　　بر عدم خویش گواہی دہند

غنچہ کمر بستہ کہ ما بندہ ایم　　گل ہمہ تن جہان بہ تو بستہ ایم

پیش تو گر بی سر و پا آمدیم　　ہم بہ امید تو خدا آمدیم

یار شو ای مانس غمخوارگان　　چارہ کن ای چارہ بیچارگان

جز رہ تو قبلہ نخواہیم ساخت　　گر ننوازی تو کہ خواہد نواخت

دست چنین پیش کہ دارد کہ ما　　زاری از این پیش کہ دارد کہ ما

در گذر از جرم کہ خواہندہ ایم　　چارہ ما کن کہ پناہندہ ایم

چارہ ما ساز کہ بی یاوریم　　کر تو برانی کہ روی آوریم[۲۱]

* * *

[۲۱]۔ بزرگ ایرانی شاعر نظامی گنجویی کے معین اشعار۔

گر چشم خدای بین ہمی داشتی　　　دیگر بہ جہان غصہ نمی داشتی

گر بود مرا معرفتی بر جانان　　　لذت بہ جزا او ہیچ نپنداشتی

لذات جہاں یکسرہ ذلت دیدم　　　بر آنچہ در او واقع نبگذاشتمی

خواہی کہ تو را دیدہ ندیدہ بیند　　　باید کہ نبینی دگری ہیچ دمی

* * *

اگر چہ معرفت کردگار کے حوالہ سے اتنی مختصر اور نارسا گفتگو ناکافی ہے، لیکن گمان کرتا ہوں اس گفتگو میں جتنا وعدہ کیا تھا اس کے بقدر اپنے مقصد اور ہدف کو پورا کیا ہے اور انجام دیا ہے۔

حاضرین محترم کے ہمراہ خود پرستی سے خدا پرستی کی طرف تین قدم اٹھائے ہیں، یہاں سے پیشوان اسلام کی نظر سے خدا شناسی کے بارے میں دوسرے جلسوں کی امید میں حاضرین محترم سے خدا حافظی کرتا ہوں۔

حاضرین: ہماری زبان جناب آقائے الہی کے شکریہ و تحسین سے عاجز ہے اس سے پہلے ہم گمان کرتے تھے کہ علمائے الہی اہل دانش و بصیرت اور الفت نہیں ہوتے، اس میں ہمارا زیادہ قصور نہیں ہے کیوں کہ مادی مکاتب فکر اور لائیک کی گمراہی کن تبلیغات نے ہماری ذہنیت ہی کچھ ایسی بنا دی تھی۔

خداوند عظیم آپ جیسے روشن ضمیر اور دل آگاہ علماء کی تعداد میں اضافہ فرمائے جو معاشرہ کی روح رواں ہیں، ہم سب آپ کا نام اور آپ کا ٹیلی فون نمبر لے کر فی الوقت آئندہ جلسوں کی امید میں آپ کو خالق کائنات کے حوالے کرتے ہیں۔

"خدا آپ کا یار و یاور اور نگہبان اور محافظ ہو"

مترجم: سید اطہر عباس رضوی قمی الہ آبادی

حج

اسلام کے فقہ سیاسی کے دروس

اسرار، مناسک، ادلہ

تالیف: آیت اللہ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی

مؤلف کے مطبوعہ آثار

عربی	فارسی
الفرقان فی تفسیر القرآن بالقرآن و السنۃ ۳۰-۳	درسہائی از فقہ
سیاسی اسلام ۱ حج ۲ نماز جمعہ	
عقائدنا فی التوحید و النبوۃ و المعادبین الکتب السمویۃ ۱	سپاہ نگہبان اسلام: ۳
امر بالمعروف ۱	
المقارنات العلمیہ و الکتابیہ بین الکتب السماویہ ۱	مفسدین فی الارض
۳ ۱	
حوار بین الالہیین و المادیین ۱	ستارگان از نظر قرآن
۱	
رسول الاسلام فی الکتب السماویہ۱	برخورد و جہان بینی ترجمہ
محمد امین ۱	
علی و الحاکمون ۱	ماتریالیسم و متافیزیک
ترجمہ محمد محمدی ۳	
تاریخ الفکر و الحضارۃ ۱	دولت مہدی علیہ السلام
۱	
حوار بین اہل الجنہ و النار ۱	حکومت قرآن
۱	
فتیاتنا ۱	خاتم پیغمبران ۱
المناظرات بین الالہیین و المادیین ۱	بشارات عہدین
۱	
لماذا نصلی و متی نقصر من الصلوۃ ۱	آفریدگار و آفریدہ
۱	

لماذا انتصرت اسرائیل و متی تنہدم ۱ نماز مسافر با وسائل
امروزی ۱

علی شاطئ الجمعۃ ۱ پیروزی اسرائیل چراو
شکست آن کی ترجمہ محمدی۱

نماز جمعہ ترجمہ محمد امین ۱